نانی اماں

eBook

والدہ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی

نانی اماں

والدہ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

نام کتاب ---------- نانی اماں، والدہ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی

مصنفہ ---------- کوثر فیض

ناشر ---------- الہدیٰ پبلی کیشنز، اسلام آباد

ایڈیشن ---------- دوم

تعداد ---------- 3000

ISBN ---------- 978-969-690-014-6

قیمت ----------

تاریخ اشاعت ---------- مئی 2018ء، شعبان 1439ھ

© AL HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ملنے کے پتے

پاکستان

7-AK Brohi Road, H-11/4, Islamabad, Pakistan

فون: +92-51-4866130-1, +92-51-4866150-1 +92-51-4866125-9

www.alhudapublications.org

www.alhudapk.com **www.farhathashmi.com**

امریکہ

PO Box 2256 Keller TX 76244

فون: +1-817-285-9450 +1-480-234-8918

www.alhudaonlinebooks.com

کینیڈا

5671 McAdam Rd ON L4Z IN9 Mississauga Canada

فون: +1-905-624-2030 +1-647-869-6679

www.alhudainstitute.ca

برطانیہ

14 Wangey Road, Chadwell Heath Romford,
Essex RM6 4AJ London U.K.

فون: +44-20-8599-5277 +44-79-1312-1096

alhudauk.info@gmail.com

alhudaproducts.uk@gmail.com

انتساب

محترم و پیارے والدین کے نام جنہوں نے اساتذہ کرام کا احترام کرنا سکھایا

اور

محترم اساتذہ کرام کے نام جنہوں نے والدین کی عزت اور قدر کرنا سکھایا

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	ابتدائی حالات	1
2	عبدالرحمٰن ہاشمی صاحب (نانی اماں کے شوہر)	9
3	نانی اماں کے تعلقات	27
4	اولاد کی تربیت	40
5	بیوگی کا سفر	45
6	شام زندگی	49
7	اوصاف	58
8	امور خانہ داری	71
9	عبادات	75
10	تعزیتی تاثرات	85
11	الہدیٰ ساتھیوں کے تاثرات	92
12	احساسات	97
13	یادیں	99
14	خراج تحسین	103
15	تعزیتی خطوط	106
16	حرف آخر	110

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

میں اپنے خون سے لکھتا ہوں تم گواہی دو!

نانی اماں انتہائی صالح اور بزرگ خاتون ہونے کی وجہ سے الہدیٰ میں سب کے لیے بہترین مثال اور عملی نمونہ تھیں۔

الہدیٰ کا تمام سٹاف (مرد و خواتین) اور طالبات سبھی بڑے احترام، پیار اور محبت سے ان کو نانی اماں کہہ کر پکارتے تھے گویا وہ سب الہدیٰ کی نانی اماں اور استاذہ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی کی والدہ محترمہ تھیں۔

دوستی اور محبت کو ماہ و سال کے پیمانوں سے ناپوں تو نانی اماں سے میری دوستی اور محبت کی عمر بھی اتنی ہی ہے جتنی الہدیٰ سے وابستگی کی۔ آغاز میں ان سے محبت کی وجہ محض استاذہ محترمہ کی والدہ ہونا ہی تھا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ جوں جوں ان کی ذات، صفات اور اعمال سے واقفیت ہوتی گئی نانی اماں کے ساتھ میری یہ محبت مزید گہری اور بامقصد ہوتی گئی۔

ام حکیمہ کا ایک قول ہے کہ ''جب تم چاہو کہ کسی دوست کی حقیقت تم پر کھل جائے تو اس کے ساتھ سفر کرو کیونکہ سفر میں انسان کی حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے''۔

میں نے نانی اماں کے ساتھ تقریباً پانچ سال الہدیٰ آتے اور جاتے سفر کیا ہے۔ دیر سویر میں انسان کی طبیعت کھل کر سامنے آتی ہے۔ میں اس سارے عرصہ کو تصور میں لاؤں اور ڈھونڈنا چاہوں، تب بھی ان کی ذات میں صرف اعلیٰ اخلاق اور صبر و تحمل ہی پاتی ہوں۔

اکثر دل میں سوچا کرتی تھی کہ نانی اماں کو مجھ سے سب سے زیادہ محبت ہے۔ اس کے ثبوت کے طور پر خود کو دلائل بھی دیتی کہ کبھی مجھ سے ذاتی مشورہ مانگ لیتی ہیں، الہدیٰ نہ آ سکوں تو فکر مند بھی ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ... لیکن! یہ انکشاف مجھے ان کی بیماری کے دنوں میں اور وفات کے موقع پر ہوا کہ یہاں بوڑھے تو کیا جوان اور بچوں کا بھی یہی دعویٰ ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

جس کے پاس ان کے حوالہ سے کوئی سنہری یاد نہ ہو، کوئی ذکر خیر نہ ہو، جو یہ نہ کہے کہ وہ سب سے زیادہ میری ہیں۔

نانی اماں کی مرض الموت میں تکلیف کے باوجود پرسکون کیفیت، نماز کی فکر اور چہرہ پر طمانیت اور تازگی، وفات کے وقت زبان پر کلمہ کا جاری ہونا، غسل دینے میں آسانی، جنازہ میں کثیر تعداد میں مرد و خواتین کی شرکت، ہر ایک کی زبان پر ذکر خیر، ان سب باتوں نے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ یہ کوئی عام خاتون نہ تھیں۔ ان میں کوئی خاص بات، عادات اور خوبیاں تھیں کہ رب کی ذات نے سب کی زبان پر ان کا ذکر خیر جاری کر دیا، ورنہ ذاتی عبادات تو اور بھی بہت سے لوگ اچھے سے کرتے ہیں۔

ان کی سچی ناموری کی کچھ خاص وجوہات ہیں۔ نانی اماں کی گود میں استاذہ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی جیسی سکالر نے تربیت پائی تھی جو آج کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ دین کی سربلندی کے لیے جن کی آواز دنیا کے کونے کونے میں گونج رہی ہے۔ آخر ان کو یہ سب سکھانے والی ان کی ماں ہی تو تھی

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

وہ کن اوصاف کی مالک تھیں، یہ سب جاننے کے لیے دل میں خیال آیا کہ نانی اماں پر کچھ ایسا تحریر ہونا چاہیے جو ہم سب کے لیے مشعل راہ ثابت ہو، وہ جن کی موت لوگوں کے دلوں میں مثبت تبدیلی کا سبب بنے۔ اسی مثبت ارادہ اور جذبہ سے میں نے استاذہ محترمہ کو مشورہ دیا کہ کیوں نہ نانی اماں پر ایک چھوٹی سی کتاب تحریر کی جائے جس کا مقصد ان کی زندگی سے سیکھنا ہو۔ انہوں نے میرے مشورہ کو سراہتے ہوئے مجھ کم فہم اور ناچیز کو ہی یہ ذمہ داری سونپ دی۔ زندگی میں میرے لیے استاذہ کی خواہش حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ اس حکم کے ساتھ ہی میں نے نانی اماں کے بارے میں جاننے کے لیے ان کی اولاد، خاندان اور الہدی کے ساتھیوں کی ان کے بارے میں

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

کی گئی گفتگو اور تاثرات کو قلم بند کرنا شروع کر دیا۔

اسی مقصد کے تحت ان کے بہن بھائیوں، ان کے رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے سرگودھا کا سفر کیا۔ جہاں میری ملاقات ان کی چھوٹی ہمشیرہ (شہزادہ بیگم)، بڑی بیٹی رضیہ ہاشمی سوتیلی بیٹی اور خاندان کی دیگر خواتین سے ہوئی۔ رشتہ داروں سے ملاقات کے بعد یہ بات نتیجہ کے طور پر میرے دل ودماغ پر عیاں ہو چکی تھی کہ شوہر نیک اور با مقصد ہو، بیوی اطاعت شعار اور وفادار ہو تو نسلوں میں اثر نظر آتا ہے۔

نانی اماں کے آبائی گاؤں چک نمبر 107 شمالی میں ہمسایوں سے ملاقات ہوئی۔ اس سکول کو بھی دیکھا جہاں سے نانی اماں نے پانچ جماعتیں اور استاذہ محترمہ نے ابتدائی دو جماعتیں پڑھی تھیں گاؤں کی گلیوں اور فضاؤں میں نانی اماں کی یادوں کو محسوس کیا۔ ننھیالی گھر بھی جانے کا موقع ملا۔ یہاں بھی لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے محبت اور چاہت دیدنی تھی۔ ان کی 78 سالہ زندگی کے اعمال کا مکمل احاطہ تو نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی میری ان تمام لوگوں تک رسائی ہے جن کے ساتھ نانی امّاں کی ملاقات رہی یا ان سے کوئی معاملہ ہوا۔ اس لیے نانی اماں کی زندگی کے بارے میں مختصراً صرف ان اعمال کا ذکر کروں گی جن میں ہم سب کے لیے سیکھنے کے اسباق پوشیدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو بھی سطور تحریر کر رہی ہوں وہ نانی اماں کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔ رب کریم ان تمام گواہیوں کو ان کے حق میں قبول فرما کر ان پر اپنی رحمتیں نچھاور کرے۔ آمین۔

ان معلومات کو جمع کر کے ان کو تحریر کی صورت آپ کے ہاتھ میں لانے تک کے تمام مراحل میں اللہ تعالیٰ ہر مددگار کو بہترین اجر سے نوازے۔ آمین!

کوثر فیض

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ابتدائی حالات

پیدائش اور بچپن

نانی اماں کا نام رضیہ سلطانہ تھا لیکن عام طور پر انہیں رضیہ بیگم کہہ کر پکارتے تھے۔ ملاقات ہونے پر خالہ جان (نانی اماں کی چھوٹی بہن) نے بتایا کہ جب پاکستان بنا تو آپا جی کی عمر سات سال تھی یوں ان کا سنِ پیدائش 1940 بنتا ہے۔ وہ سرخ و سپید رنگت کی مالک تھیں۔

آپ نے مولوی معراج الدین صاحب سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ دنیاوی تعلیم پانچ جماعتوں تک اپنے گاؤں 107 چک شمالی سرگودھا سے حاصل کی۔ سکول گھر کے بالکل سامنے واقع تھا۔ سکول اور حویلی میں کھیلا کرتی تھیں۔ گلی میں کھیلنے کی بالکل اجازت نہ تھی۔ شروع سے ہی پردہ کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ سرخ و سپید رنگت کی مالک تھیں اور بہت خوبصورت تھیں۔ طبیعت ملنسار اور اخلاق اعلیٰ درجے کا پایا تھا۔ صغریٰ سے سب سے زیادہ دوستی تھی۔

ان کے گھر میں غیر مردوں کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ والد صاحب بیٹیوں کو اپنے باغات میں چادریں اوڑھا کے لے جایا کرتے تھے ۔ صرف پردہ والی جگہ پر کھیلنے کی اجازت ہوتی اور یہ جگہ ہر غیر محرم کے لیے شجرِ ممنوعہ ہوتی۔ کھیل اور موسمی پھلوں سے خوب سیر ہونے کے بعد وہ والد صاحب کے ساتھ واپس آ جاتیں۔ اس زمانے میں گاؤں میں عموماً واش روم نہیں ہوتے تھے۔ لیکن والد صاحب نے پردہ کی غرض سے گھر میں زمین دوز (septic tank system) باتھ روم بنوا رکھے تھے۔ رات کے وقت والد صاحب سب بچوں سے نماز کا سبق اور کلمے سنتے اور پھر سونے کی اجازت ملتی۔

نانی اماں بچپن سے ہی بہت سمجھ دار تھیں۔ خالہ جان نے بتایا کہ بچپن میں امی کہیں جاتیں تو میرا جی چاہتا کہ میں امی کے ساتھ جاؤں، اس لیے میں رونے لگتی تو آپا جی مجھے سمجھاتیں کہ امی کے ساتھ ایسے نہیں جاتے جہاں وہ خود ساتھ لے کر جائیں صرف وہاں جاتے ہیں۔ حالانکہ آپا جی خود بھی عمر میں زیادہ بڑی نہیں تھیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

والدین اور بہن بھائی

نانی امّاں کے والد محترم کا نام چوہدری اللہ بخش باجوہ تھا۔125ایکڑ زمین کے مالک ،اپنے علاقہ کے نمبردار اور جماعت اسلامی کے رکن تھے۔خوفِ خدا رکھنے والے،سنت کی پیروی کرنے والے دین دار انسان تھے۔انہوں نے تین شادیاں کی تھیں۔

پہلی بیوی سکینہ بی بی باجوہ صاحب سے 15سال بڑی تھیں،خالہ جی نے بتایا کہ ہم انہیں دادی جان سمجھتے تھے۔جب ہم بڑے ہوئے تو پتہ چلا کہ یہ تو ہماری والدہ ہیں،ان کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے جن کے نام اقبال بیگم،زبیدہ بیگم،فتح محمد اور شیر محمد ہیں۔

دوسری بیوی کا نام فاطمہ بی بی تھا،ابھی چھ ماہ ہی کی تھیں کہ طاعون کی بیماری سے والدین فوت ہوگئے۔ان کے بطن سے چھ بیٹیاں اور دو بیٹے تھے جن کے نام: ثریا اور صفیہ بیگم،(جو بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھیں)،رضیہ سلطانہ(نانی اماں)،شہزادہ بیگم،ممتاز بیگم،شہناز بیگم،احسان الحق اور محمد افضل جو 4سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔بہت خوبصورت اور غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔ 4سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مکمل کرلیا تھا اور پانچ وقت کی نماز پڑھتے تھے۔

تیسری بیوی کا نام زبیدہ بیگم تھا۔ان کے بطن سے دو ہی بیٹیاں تھیں جن کے نام بالترتیب سیدہ نور تسلیم اور حمیدہ نور تسلیم تھے۔نانی امّاں نے انہی سے سکول کی تعلیم حاصل کی۔ یہ استانی امی کے نام سے مشہور تھیں۔جب پاکستان بنا تو انڈیا سے ہجرت کر کے آئی تھیں۔پاکستان میں ان کا کوئی رشتہ دار سرپرست نہیں تھا۔12سال سے شادی شدہ تھیں،شوہر نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ان کو چھوڑ کے دوسری شادی کر لی تھی۔باجوہ صاحب چونکہ علاقہ کے نمبردار تھے اس لیے وہ ان کے ہاں قیام پذیر ہوگئیں۔وہ اس استانی کے لیے رشتہ کی تلاش میں تھے ایک دن نانی اماں کی والدہ محترمہ فاطمہ بی بی نے شوہر کو خود مشورہ دیا کہ جب تلاش کے باوجود اچھا رشتہ نہیں مل رہا تو آپ خود ان سے شادی کیوں نہیں کر لیتے!

والدہ کی وسعت قلبی نانی امّاں میں بھی منتقل ہوئی جو بعد میں دنیا نے بھی دیکھی۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

شادی

نانی امّاں کی شادی 30 ستمبر 1955 کو عبدالرحمٰن ہاشمی صاحب سے ہوئی۔ نانی اماں نے جن مولوی صاحب سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا تھا ان کا بیٹا عبدالرحمٰن ہاشمی صاحب کے کلینک پر کام کرتا تھا۔ عبدالرحمٰن ہاشمی صاحب کی عمر اس وقت 45 سال تھی، پہلے سے شادی شدہ تھے اور سات سالہ بیٹی کے باپ تھے۔ ہاشمی صاحب نے مولوی صاحب سے ذکر کیا کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن لڑکی میں یہ خوبیاں ہونی چاہیئں کہ وہ خوب صورت ہو، ذہین اور صحت مند ہو۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ ساری خوبیاں تو میری شاگردہ باجوہ صاحب کی بیٹی میں ہیں۔

نانی امّاں کے والد کو جب رشتہ کا پیغام ملا تو انہوں نے انکار کر دیا کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں دوں گا۔ خالہ جی نے بتایا کہ میں سات سال کی تھی۔ ایک دن میں بیمار ہوگئی تو والد محترم مجھے سرگودھا شہر ہاشمی صاحب کے پاس چیک اپ کے لیے لے آئے۔ جب ہماری باری آئی تو ہاشمی صاحب نے کہا، باجوہ صاحب میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بھی بازار کے کاموں سے فارغ ہو کر آجائیں اتنے میں میں بھی فارغ ہو جاتا ہوں۔ پھر ان دونوں نے مسجد میں ملاقات کی۔

خالہ جان کہتی ہیں کہ میں ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ ہاشمی صاحب نے کہا کہ میں نے رشتہ کا پیغام بھیجا تو آپ نے انکار کیوں کیا؟ پھر حدیث سنائی کہ رشتہ کا انتخاب جن چار بنیادوں پر کرنے کو کہا گیا ہے وہ سب میرے اندر موجود ہیں۔ اپنا نسب نامہ نکال کر دکھایا کہ میرا نسب سیدنا ابن عباس سے جا ملتا ہے، خوب صورت بھی ہوں، مال دار بھی ہوں، دین دار بھی ہوں جس کا آپ کو بھی کچھ علم ہے، بیوی کو اچھے طریقہ سے رکھ سکتا ہوں۔ اب آپ یا تو اس حدیث کا انکار کر دیں یا مجھے رشتہ دیں۔

باجوہ صاحب قائل ہو گئے اور کہا کہ میں اور میری بیٹی زندہ رہے تو ایک ماہ کے اندر شادی کر

دوں گا، کیا ہی سہل رشتہ اور شادی تھی۔ مجھے اس موقع پر سیدنا عمرؓ کی وہ بات یاد آ گئی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہا کہ اے عمر! اللہ کا خوف کرو، تو انہوں نے اپنا گال زمین پر لگا لیا اور کہا کہ میں اللہ سے بہت ڈرتا ہوں۔ باجوہ صاحب کو بھی جب حدیث سنائی گئی، شریعت بتائی گئی تو بغیر کسی پس و پیش کے فوراً مان گئے۔

بہر حال جب گھر واپس آئے اور بیوی کو بتایا کہ میں بیٹی کا رشتہ طے کر آیا ہوں تو وہ کہنے لگیں، ''بیڑا اتر جائے، دھی نوں روڑھ آئے او، میں پہلے دھی نوں نہر وچ دھکا دے کے فیر آپ نہر وچ چھال مار دیاں گی!'' (آپ کا بھلا ہو بیٹی کو دریا میں پھینک آئے ہیں، میں بیٹی کو پہلے نہر میں دھکا دے کر بعد میں خود نہر میں چھلانگ لگا دوں گی) یعنی انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔

باجوہ صاحب مسلسل کوشش کرتے رہے اور آخر کار آخرت کی یاد دلا کر بیگم کو قائل کر ہی لیا۔ بیوی سے کہنے لگے کہ بیٹی کو دھکا دو گی تو اس کی قاتل بنو گی اور خود چھلانگ لگاؤ گی تو خودکشی ہو گی پھر قیامت تک ڈوب ڈوب کر مرتی رہو گی۔ پھر وہ نہ صرف یہ رشتہ دینے پر تیار ہوئیں بلکہ ہاشمی صاحب کی پہلی بیٹی رضیہ ہاشمی نے بتایا کہ انہوں نے شادی کے موقع پر میرے لیے بہت خوب صورت فراک بنوائی اور مجھے خوب اچھے سے یاد ہے کہ میں بارات کے ساتھ بھی گئی تھی۔

شادی کے وقت نانی اماں کی عمر تقریباً 15 سال تھی۔ سرخ ویلویٹ کا کڑھائی والا جوڑا پہنا تھا۔ رضیہ باجی نے بتایا کہ چھوٹی عمر میں شادی ہوئی لیکن جذباتی بالکل بھی نہ تھیں۔ اپنی ذمہ داریاں اچھی طرح سمجھتی تھیں۔ ہاشمی صاحب کی طرف سے زیور میں دو باز و کڑے بازو بند جبکہ والدین کی طرف سے گلو بند اور جھمکے تھے۔ نانی اماں نے بعد میں یہ جھمکے اپنی چھوٹی بہن شہزادہ کی شادی کے موقع پر ان کو دے دیے تھے۔ آج کل لڑکی اگر جہیز کم لائے تو بعض اوقات جھگڑوں کا آغاز بھی یہی بات بن جاتی ہے، دوسری طرف ساری زندگی شوہر کو یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ زیور کم ڈالا تھا۔

خواتین دلہن (نانی اماں) کو دیکھنے آتیں تو کہتیں کہ دلہن بڑی خوب صورت ہے۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ

''بے شک سب سے پاکیزہ چیز جسے تم کھاتے ہو وہ تمہاری اپنی کمائی ہے! اور ہاں تمہاری اولاد تمہاری کمائی میں سے ہے''۔[سنن الترّمذی:1358]

اولاد

شادی کے ایک سال بعد نانی امّاں کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کی وفات ہوگئی۔ اس بیٹے کے علاوہ ماشاءاللہ ان کی اولاد سات بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

بیٹیاں

فرحت ہاشمی، نگہت ہاشمی، ذکیہ ہاشمی، ساجدہ ہاشمی، امۃ الرحمٰن ہاشمی۔

بیٹے

عطاالرحمٰن ہاشمی، خلیل الرحمٰن ہاشمی، حبیب الرحمٰن ہاشمی، محبوب الرحمٰن ہاشمی، ضیاالرحمٰن ہاشمی، مطیع الرحمٰن ہاشمی، رضاالرحمٰن ہاشمی

بارک اللہ فیھم

الحمدللہ نانی اماں کی ساری اولاد ہی دین کی خدمات میں مصروفِ عمل ہے یہاں اختصار کے باعث میں سب بہن بھائیوں کا مختصراً تعارف ہی کروا پاؤں گی۔

نگہت ہاشمی

ایم۔اے (اسلامیات عربی ایجوکیشن) کرنے کے بعد ٹیچرز ایجوکیشن میں ایم۔فِل کیا۔ استاذہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی کی طرح ان کے اندر بھی شروع سے ہی اسلام کی خدمت کا جذبہ تھا اس لیے انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد عوام کو ان کے خالق سے جوڑنے کے باہمت کام کا آغاز کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ ہمت، قوتِ ارادی اور جذبہ سے نوازا ہے انہوں نے بطورِ لیکچرر دھرم پورہ کالج برائے خواتین لاہور(1994-1987)، اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک ایجوکیشن،

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں (1994-2007) اپنی خدمات انجام دیں۔ ترجمہ قرآن کے علاوہ آپ متعدد کتب کی مصنفہ بھی ہیں۔

نگہت ہاشمی نے دین اور قرآن کی خدمت کے لیے النور انٹرنیشنل کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے جہاں دن رات وہ اس مقصد کے لیے کوشاں ہیں۔

ذکیہ ہاشمی

ذکیہ ہاشمی ہومیو ڈاکٹر ہیں انہوں نے گھر کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ باقاعدہ دین کی تعلیم بڑی بہن ڈاکٹر فرحت ہاشمی کے ادارہ الہدیٰ سے حاصل کی۔ ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے ساتھ ساتھ طب نبوی سے بھی علاج کرتی ہیں۔ پیغام ٹی وی، اے ٹی۔ وی کے علاوہ مختلف جگہوں پر طبِ نبوی کے لیکچرز بھی دیتی ہیں اور مسنون علاج کے لیے پراڈکٹس بھی فراہم کرتی ہیں۔

ساجدہ ہاشمی

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی سے اصول الدین میں بی۔ ایس آنرز کرنے کے بعد تفسیر اور حدیث میں ماسٹرز کی ڈگری لی انیس سال سے حفظ سکول چلا رہی ہیں جو دینی اور دنیاوی تعلیم کا بہترین امتزاج ہے۔ اس سکول میں مڈل تک تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظِ قرآن مکمل کروا دیا جاتا ہے گزشتہ ستائیس سال سے مختلف جگہوں پر تفسیر اور حدیث کے دروس دینے میں مصروف عمل ہیں اس کے ساتھ ساتھ چار سال سے پریزیڈینسی میں بھی درس دینے کا سلسلہ جاری ہے۔

امۃ الرحمٰن ہاشمی

نانی اماّں کی بیٹیوں میں سے سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی سے بی۔ ایس آنرز کرنے کے بعد شادی شدہ گھریلو مصروفیات کی وجہ سے کچھ عرصہ قبل ہی الہدیٰ سے تعلیم القرآن کا باقاعدہ کورس کیا اور آج کل گھر میں ہفتہ وار قرآن کلاس لے رہی ہیں۔

AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

عطا الرحمٰن ہاشمی

نانی اماں کے سب سے بڑے بیٹے ہومیو ڈاکٹر ہیں۔ سرگودھا میں اپنے والد صاحب کے کلینک کو انہوں نے ہی سنبھالا ہوا ہے اور اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

خلیل الرحمٰن ہاشمی

فارن آفس میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں میں اپنے فرائض انجام دے رہے۔ ڈنمارک میں قیام کے دوران نانی امّاں ان کے ہاں گئی تھیں۔

خلیل الرحمٰن اور حبیب الرحمٰن جڑواں بھائی ہیں۔

حبیب الرحمٰن ہاشمی

اپنے بھائی محبوب الرحمٰن ہاشمی کے ساتھ البلاغ میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

محبوب الرحمٰن ہاشمی

ان کا تعارف البلاغ کے بغیر ادھورا ہے 1998 میں البلاغ کا آغاز ہوا محبوب صاحب نے البلاغ کے ذریعے دین کی ترویج میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ البلاغ میں دینی کتب، کیسٹس، سی ڈیز، گاؤن، سکارف، حج وعمرہ سے متعلق تمام پراڈکٹس فروخت کی جاتی ہیں۔

مطیع الرحمٰن ہاشمی اور حبیب الرحمٰن ہاشمی البلاغ میں ہی اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ضیاء الرحمٰن ہاشمی

انہوں نے ایم۔فل۔ ہسٹری کی ڈگری حاصل کر رکھی ہے مختلف کمپنیوں میں ملازمت کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی کرتے ہیں۔

مطیع الرحمٰن ہاشمی

اپنے بھائی محبوب الرحمٰن ہاشمی کے ساتھ البلاغ میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

رضا الرحمٰن ہاشمی

نانی اماں کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں ایم۔بی۔بی۔ایس ڈاکٹر ہیں اور آج کل امریکہ میں جاب کررہے ہیں۔نانی اماں اپنی باتوں میں بہت محبت سے ان کا اکثر ذکر کرتیں تھی کہ نانی اماں کو بہت یاد آتے ہیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

عبدالرحمٰن ہاشمی صاحبؒ

نانی امّاں کے محرم راز۔۔۔ان کے شوہر

واللّٰہ جعل لکم مِن انفسِکم ازواجا وجعل لکم مِن ازواجِکم بنِین وحفدۃ و رزقکم مِن الطیِباتِ ...[النحل: 72]

ابتدائی حالات اور تعلیم

نانی اماں کے شوہر اور استاذہ محترمہ فرحت ہاشمی صاحبہ کے والد محترم عبدالرحمٰن ہاشمی ضلع اٹک کے شہر مصریال میں پیدا ہوئے، والدین نے ان کا نام فتح شاہ رکھا تھا۔لیکن جب یہ بڑے ہوئے تو انہوں نے اپنا نام تبدیل کر کے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ نام عبدالرحمٰن رکھ لیا۔ ہاشمی خاندان سے تھے۔ان کا شجرہ نسب 53ویں پشت پر مفسر قرآن سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جا ملتا ہے۔عرب سے ہجرت کر کے پہلے افغانستان اور پھر برصغیر آئے تھے۔

انہوں نے اپنی باقاعدہ دینی تعلیم کا آغاز 12 سال کی عمر میں ٹمن سے کیا وہاں انہوں نے دوسری جماعت تک تعلیم حاصل کی اور 26 ویں پارہ تک ناظرہ پڑھا اس کے بعد وہ گلیات نامی گاؤں میں اپنے بھائی کے پاس چلے گئے جہاں اپنی پرائمری کی تعلیم اور ناظرہ مکمل کیا اور فارسی زبان سیکھی، 15 سال کی عمر میں وہ سگھر (گھر سے 6 میل دُور ایک قصبہ) چلے گئے اور تین سال تک وہاں عربی گرامر (صرف ونحو) سیکھتے رہے اس کے بعد پنڈی گھیپ ضلع تلہ گنگ کا رخ کیا اور وہاں سے درسِ نظامی کیا۔مولانا حسین علی سے ربطِ قرآن سیکھنے کے ساتھ ساتھ عنایت اللہ شاہ بخاری (گجرات) سے اس کی وجوہات (logics) کا بھی مطالعہ کیا۔

عبدالرحمٰن ہاشمی گجرات کی ایک عیدگاہ میں قلیل عرصہ کے لیے خطیب مقرر ہوئے لیکن ان کی حدیث سیکھنے کی محبت نے انہیں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سورت انڈیا کی برانچ کی طرف سفر کرنے پر ابھارا، اس مذہبی ادارے میں انہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر قابل

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

اساتذہ سے حدیث سائنسز کا علم حاصل کیا۔اس میں انہوں نے اس قدر شاندار کارکردگی دکھائی کہ ان کے اساتذہ نے انہیں کچھ مضامین میں 50 میں سے 51 نمبر بھی دیئے۔

بالآخر انہوں نے 1938 میں اپنا دورہ حدیث مکمل کیا اس کے بعد وہ اپنے آبائی گھر واپس آئے اور وہاں مدرسہ پنڈی گھیب میں پڑھانا شروع کر دیا۔اسی دوران ان کے ایک ساتھی کی فوری علاج کی سہولت نہ ملنے کی وجہ سے نمونیہ کی وجہ سے وفات ہوگئی۔اس حادثے نے انہیں حکمت سیکھنے پر مجبور کیا۔اس مقصد کے لیے انہوں نے مختلف شہروں، ملتان، خانیوال اور خان گڑھ وغیرہ کے سفر کیے تاکہ وہ شعبہ حکمت کے ماہر حکیموں سے یہ علم سیکھ سکیں۔ملتان میں جن حکیم صاحب سے حکمت سیکھی وہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور جس بازار میں ان کا کلینک تھا وہ ہاشمی صاحب کے داماد سرادریس زبیر صاحب (استاذہ فرحت ہاشمی صاحبہ کے شوہر) کے گھر کی پچھلی گلی میں تھا۔

ہاشمی صاحب جب بیٹی کے رشتے کے سلسلے میں ملتان گئے تو انہوں نے وہاں محترم ادریس صاحب کو وہ جگہ دکھائی، اپنے استاد محترم کے بارے میں بتایا اور اپنے ملتان کے تعلیمی سفر کی تمام روداد سنائی۔

حکمت سیکھنے کے بعد انہوں نے لڈے والا میں حکمت کا کام شروع کیا دو سال کی تحقیق کے بعد انہوں نے 1945 میں جماعت اسلامی میں بطور رکن شمولیت اختیار کی 1947 میں وہ لڈے والا سے سرگودھا چلے گئے اور وہیں اپنی باقی زندگی حکمت، ہومیو پیتھی اور قرآن کی تعلیم دینے میں گزاری اور وہیں پر آپ کی دین کی بنیاد پر نانی امّاں سے شادی ہوئی۔

بعدازاں جماعت اسلامی سرگودھا کے امیر بنے۔صبح سے دوپہر تک حکمت کا کام کرتے، ظہر سے عصر تک اپنے اردگرد کے دکان داروں اور عوام کو قرآن مجید کا ترجمہ سکھاتے۔انہوں نے ایک مذہبی تحریک میں بھی اپنا کردار ادا کیا اور ختمِ نبوت تحریک میں تین بار پابند سلاسل بھی ہوئے۔ خاندان کے جن افراد کو پاس رکھتے ان کی دینی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری بھی نبھاتے۔تہجد کے

وقت سے پہلے مردوں کو پڑھاتے پھر گھر کی عورتوں کو، جن میں نانی امّاں، پھوپھی، خالہ اور بڑی بہن بھی بعد میں شامل ہوگئیں۔ خواتین کی کلاس کے بعد مردوں کو ساتھ لے کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے چلے جاتے۔

جب استاذہ محترمہ بڑی ہوئیں تو نماز سے واپس آ کر ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے۔ اسکول کی تعلیم سے پہلے انہیں قرآن مجید کی تعلیم دی۔ کہا کرتے تھے کہ سکول کی تعلیم سے پہلے قرآن دل میں اترنا چاہیے۔ چھوٹی عمر سے ہی بچیوں کو پردہ کرواتے تا کہ شرم و حیا گھٹی میں پڑ جائے۔
کوئی تصویر والی چیز گھر میں نہ آنے دیتے، کہتے کہ ان کی موجودگی میں رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے۔ گڑیوں سے یہ کہہ کر نہ کھیلنے دیتے کہ یہ بت ہیں۔ نانی امّاں بتایا کرتی تھیں کہ ہاشمی صاحب تنگ نظر بالکل نہ تھے۔ پردے کے ساتھ ساتھ بیٹیوں کو تعلیم حاصل کرنے کی بھی اجازت تھی۔ جس کا ثبوت استاذہ محترمہ خود ہیں جنہوں نے نہ صرف اندرون ملک تعلیم حاصل کی بلکہ بیرون ملک جا کر پی۔ ایچ۔ ڈی بھی کی۔

بچوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ جو بچہ اچھا کام کرتا تھا اس کو انعام دیتے تا کہ دوسرے بچوں کے دل میں بھی شوق پیدا ہو۔ اچھے کاموں کے مقابلے سے بچے بہت سیکھتے ہیں۔ بچوں کی تربیت تو ایک طرف ہاشمی صاحب نے تو بیوی اور بہن بھائیوں کی بھی تربیت کی۔ نانی امّاں کو پڑھایا لکھایا اور اسلامی اصولوں کا پابند بنایا۔ نانی امّاں کی کچھ اپنے والد کی تربیت تھی کچھ شوہر نے کی تو معاملہ نور علی نور ہو گیا۔

بچوں کی تربیت کی خاطر گھر میں ٹی۔ وی رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ گھر میں ہر وقت تعلیم و تربیت کا کام ہوتا تھا۔ شروع سے ہی تہجد گزار تھے۔ ہمیشہ نہا کر تہجد پڑھتے پھر قرآن پڑھتے۔ سنتیں گھر میں ادا کرتے۔ نماز ہمیشہ باجماعت ادا کرتے۔ مغرب کے وقت کھانا کھاتے اور عشا کی نماز ادا کرتے ہی سب سو جایا کرتے۔ ان کے گھر میں دو وقت کا ہی کھانا ہوتا تھا۔ یوں سب کا تہجد میں اٹھنا معمول بن چکا تھا۔

تربیتِ اولاد

ہاشمی صاحب کا اولاد کی تربیت میں اہم کردار ہے ان کی سنہری باتوں سے سیکھنے کے لیے چند جھلکیاں قارئین کے پیش خدمت ہیں:

بہترین راہ نما

والد صاحب کا طریقہ تربیت بہت بہترین تھا۔ساجدہ باجی نے ہم سے اپنے تعلیمی دور کی ایک بات تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اسلامی یونیورسٹی میں ابتدائی سال میں عربی زبان سکھائی جاتی تھی۔اس کی مدت پوری ہوجانے کے بعد شعبہ کا انتخاب کرنا ہوتا تھا۔اس زمانے میں دو ہی شعبے تھے: اصول الدین اور شریعہ۔میں نے انتخاب سے پہلے سوچا کہ گھر جاکر ابو سے بھی مشورہ کرلیتی ہوں۔

پہلے ابا جی نے میری رائے لی تو میں نے کہا کہ میرے خیال میں شریعہ ٹھیک ہے، ایل۔ایل۔بی کی ڈگری کی بھی اہمیت ہے۔ بعد میں قاضی بھی بن جاتے ہیں۔اصول الدین میں تو صرف دین کی باتیں ہیں۔ڈگری کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ابا جی نے ساری بات سننے کے بعد مختصر جواب دیا کہ اگر تم دین پڑھوگی اور تمہارے ہاتھ سے ایک بندہ مسلمان ہوجاتا ہے تو جنت پکی ہو جائے گی۔عورت چالیس سال سے پہلے قاضی نہیں بن سکتی۔

میں نے بھی اس کے بعد کوئی سوال نہ کیا۔اور واپس آکر اصول الدین کا انتخاب کرلیا اور دوبارہ نہیں سوچا کہ اس ڈگری کی اہمیت ہے یا نہیں۔

بامقصد سوچ

ایک مرتبہ بچوں نے پروگرام بنایا کہ ابو کو کلینک لے جاتے ہیں، ان کی پرانی یادیں تازہ ہو جائیں گی تو وہ بہت ناراض ہوئے کہ ان باتوں کو یاد کرنے کا کیا فائدہ؟ جبکہ میں کچھ کرنہیں سکتا۔ بے کار کی یاد کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

باعمل شخصیت

ایک دفعہ لاہور جاتے ہوئے راستے میں ایکسڈنٹ ہوااور ایک بازو فریکچر ہو گیا، جسم کی ایک سائیڈ نیلی ہوگئی۔ مگر نماز کا یہ عالم تھا کہ گھر میں عورتوں اور بچوں کو کھڑا کر کے جماعت کرواتے۔

بچوں کو نماز کے لیے اٹھانا

نانی اماں کی سب سے چھوٹی بیٹی نے بتایا کہ ہم نے بچپن سے ہی دیکھا کہ گھر میں سب نماز کے بعد قرآن پڑھنے بیٹھ جاتے۔ ابا جی صبح اٹھانے کے لیے وضو کرنے سے پہلے ہمیں پاؤں کے انگوٹھے سے پکڑ کر ہلاتے۔ وضو کرنے کے بعد پھر اٹھاتے کہ نماز کے لیے دیر ہو رہی ہے۔ نماز پڑھ کر مسجد سے واپس آتے اگر بچوں میں سے کوئی نہ اٹھا ہوتا تو خود پکڑ کر بٹھا دیتے کہ یہ کیسے ہوا کہ تم نماز کے لیے نہیں اٹھے ہو۔ ہر بچے پر چیک رکھتے اور ساتھ خوف بھی دلاتے تھے۔ مریم اور اسما کو نماز کے لیے اٹھاتے تو پیار سے ہلا کر کہتے اٹھی۔ اٹھی۔ یہ ان کا پیار سے بلانے کا انداز تھا۔

ابا جی کے سمجھانے کا انداز

ذکیہ ہاشمی نے مسکراتے ہوئے بتایا کہ جب ابا جی کمزور اور بوڑھے ہو گئے، تو ابا جی کو مطیع الرحمٰن بھائی ویل چیئر پر سیر کروانے لے جاتے تھے۔ ایک دن ان کو بہت پیار آیا، جاتے جاتے دو پھول توڑ کر ابا جی کو پیش کیے۔ ابا جی نے پوچھا تم نے ان سے اجازت لی تھی جن کے پھول ہیں؟ اس نے کہا نہیں، کہنے لگے میں نہیں لوں گا پہلے ان سے اجازت لو۔ پرائی چیز ہے میں کیسے لے سکتا ہوں۔ کسی کا تنکا بھی بغیر اجازت نہیں لیتے تھے۔

''دنیا کسی حال میں خوش نہیں ہوتی'' اس پر ابا جی اکثر باپ بیٹا اور گدھے کی کہانی سنایا کرتے تھے کہ باپ بیٹا گدھا لیے جا رہے تھے۔ باپ نے بیٹے کو گدھے پر بٹھا لیا، سفر لمبا تھا اس نے سوچا چلو میں بڑا ہوں بچہ بیٹھ جائے گدھے پر بوجھ بھی زیادہ نہیں ہوگا۔ لوگوں نے دیکھا تو کہا دیکھو

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بوڑھا باپ پیدل چل رہا ہے اور بیٹا گدھے پر بیٹھا ہوا ہے۔ بیٹے نے کہا ابا جی! آپ سوار ہو جائیں میں پیدل چلتا ہوں جب باپ گدھے پر بیٹھ گیا تو لوگوں نے پھر بھی باتیں کیں۔ تو انہوں نے سوچا کہ چلو دونوں ہی گدھے پر سوار ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے دیکھا تو کہا، دیکھو کتنے ظالم ہیں، چھوٹا سا گدھا ہے اور دونوں اس پر سوار ہیں۔ دونوں اتر کر گدھے کے ساتھ پیدل چلنے لگے تو لوگوں نے پھر بھی باتیں بنائیں۔ بتانے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ دنیا کو خوش کرنے کے پیچھے لگو گے تو دنیا ایسا ہی حال کر دے گی اور کسی حال میں بھی راضی نہیں ہو گی۔

کہا کرتے تھے کبھی انسان پیسے کے پیچھے نہ بھاگے، جو نصیب میں ہو امل جائے گا۔ اگر پیسے کے پیچھے دوڑو گے تو پیسہ آگے اور آپ پیچھے ہو گے۔ اگر پیسے سے منہ موڑ لو گے تو پیسہ پیچھے اور آپ آگے ہو گے۔ کہتے تھے آپ اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ، اللہ آپ کے رزق کا بندوبست خود کرے گا۔

محترم سرادریس صاحب نے بتایا کہ ابا جی حکمت کے بارے میں کہا کرتے تھے:

''حکمت ایک ایسا پیشہ ہے جس میں پیسہ پیچھے چل کر آتا ہے اور باقی پیشوں میں انسان پیسے کے پیچھے دوڑتا ہے''۔

بچوں کے ہاتھ سے صدقہ دلوانا

ہاشمی صاحب کا روزانہ کا معمول تھا کہ کلینک سے گھر تشریف لاتے تو بچوں کو ساتھ بیٹھا کر اپنی دن بھر کی آمدنی گنواتے سب بچے مل کر یہ کام کرتے اور پھر ان پیسوں میں سے 2.5% کے حساب سے جو رقم بنتی وہ اپنے کسی بچے کے ہاتھ خاندان یا محلے کی کسی بیوہ خاتون یا ضرورت مند کو رات تک پہنچا دیتے یوں ہر روز اپنے مال میں سے غریبوں کا حصہ نکال کر ان تک پہنچانے کا معمول اس وقت تک جاری رہا جب تک وہ کلینک جاتے رہے۔

عیدی

ابا جی آخری روزے کو ہی عیدی دے دیا کرتے تھے کہ ثواب زیادہ ہو گا۔ بچوں کو روزوں کا

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

پابند کرنے کے لیے جو جتنے روزے رکھتا اس کو اتنے پیسے دیتے۔ ایک دفعہ دس روپے فی روزہ مقرر کیا اور ایک بھائی کے تین سو روپے بن گئے تو وہ بہت خوش ہوئے۔

مریم زبیر نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں تیار ہو کر بیٹھی ہوئی تھی کہ ممانی جان نے کہا کہ اندر نانا ابو آپ کو بلا رہے ہیں، میں گئی تو مجھ سے حال پوچھا اور پیار اور شفقت سے سمجھاتے ہوئے کہا عورت کی عزت اسی میں ہے کہ خود کو ڈھانپے رکھے۔

کاغذ کی قدر

مریم زبیر نے بتایا کہ نانا ابو نے کاغذ اور پین کی قدر سکھائی۔ نیچے پھینکنے نہیں دیتے تھے۔ کہتے تھے کاغذ قابل احترام چیز ہے اس پر قرآن مجید لکھا گیا ہے اس نسبت سے ہر طرح کے کاغذ کا احترام سکھاتے یہاں تک کہ صفحہ پلٹنا بھی سکھاتے۔

بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی

ذکیہ ہاشمی نے بتایا کہ ماشاءاللہ ہمارے سات بھائی تھے۔ جب وہ بڑے ہوئے تو وہ ادھر ادھر دوسروں کے گھروں میں چلے جاتے۔ امی جی نے کہا کہ آپ گھر میں ٹی وی لے آئیں تا کہ یہ نظروں کے سامنے دیکھیں۔ پھر تھوڑے دنوں کے لیے ٹی۔وی آیا، صرف خبریں دیکھنے کی اجازت تھی۔ جیسے خبر نامہ شروع ہوتا ابا جی ٹی۔وی کو بلیک کر دیتے۔ کیونکہ خبریں عورت پڑھتی تھی۔ امۃ الرحمٰن نے کہا کہ میں جب متقین کے بارے میں پڑھتی ہوں تو مجھے ابا جی یاد آ جاتے ہیں۔ اسی طرح مریم نے کہا کہ مجھے نہیں یاد کہ نانا ابو کبھی مسجد نہ گئے ہوں۔

تصویروں والی چیزوں سے اجتناب

گھر میں اخبار صرف وہ آ سکتی تھی جس پر تصویریں نہیں ہوتی تھیں۔ کہتے تھے گھر میں تصویریں ہوں تو نماز کیسے ہو سکتی ہے؟۔ ایک دفعہ نانی اماں سے پوچھا کہ ابا جان کی کوئی بات بتائیں جس سے میں سیکھوں تو کہنے لگیں کہ گھر میں بچیوں کے لیے تبت پاؤڈر لے کر آتے تو اس پر لڑکی کی

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

تصویر بنی ہوتی۔ آتے ہی اس کو چھری کے ساتھ کھرچ دیتے۔

عبدالرحمٰن ہاشمی صاحب کے ذاتی معمولات

آپ کی صاحب زادی محترمہ فرحت ہاشمی رقم طراز ہیں کہ والد صاحب تہجد کے وقت اٹھتے اور رات کو جلدی سوتے عشا کے بعد سب کو سونے کی تاکید کرتے اور بتیاں بجھا دیتے۔ ان کو رات دیر تک جاگنا پسند نہ تھا۔

ان کا سارا دن مریضوں میں گزر جاتا تھا ایک ایک کی بات بہت تحمل سے سنتے تھے۔ کلینک میں شور یا رش ہوتا تو بھی ہر مریض کو اس کا پورا پورا وقت دیتے تھے۔ ظہر کی نماز جماعت سے پڑھتے تھے۔ انہیں معاش کی فکر نے دین کی تبلیغ سے بے نیاز نہ کیا۔ گھر آتے تو بچوں کے لیے ضرور کوئی کھانے کی چیز لاتے۔ فجر کی نماز کے لیے نکلتے تو بسکٹ اور رس لے کر آتے بچوں کو دودھ کے ساتھ بسکٹ اور رس دیتے کہ یہ فریش ہو جائیں۔ فجر کے بعد سونے نہ دیتے تھے کہ یہ برکت کا وقت ہوتا ہے۔ ان کو سب کی فکر رہتی تھی۔ ایک ایک کو جا کر جگاتے تھے کہ کوئی سویا نہ رہ جائے۔ ایک بچہ اسپیشل چائلڈ تھا اس کی چارپائی ان کے ساتھ ہوتی تھی۔

جب میں پی ایچ ڈی کے لیے گئی تو بارہ بچے ان کے اپنے اور تین بیٹیاں میری ان کے پاس رہیں۔ پی ایچ ڈی کے لیے جاتے ہوئے ان سے پوچھا کہ ان بچیوں کی تربیت کیسے ہو گی؟ اس پر والد صاحب نے کہا کہ تمہاری تربیت کس نے کی ہے؟ ان کی بھی ہو جائے گی۔ رمضان آتا تو ترغیب دیتے کہ روز ایک پارہ پڑھا جائے۔ کلاس دوئم سے پورے روزے رکھوائے جن میں قرآن مجید پڑھنا لازم تھا۔ تراویح کا انتظام گھر میں کرواتے کہ سب شامل ہو سکیں۔ چچا کے بیٹے حافظ قرآن تھے کبھی وہ امامت کرواتے کبھی دیگر حفاظ کا بھی انتظام کیا جاتا۔ اس چیز نے میرے اندر تراویح اور نماز کا شوق پیدا کر دیا۔ امی اور ابا دونوں تہجد کے لیے اٹھتے تھے اور دونوں نے اپنی اولاد میں اس عادت کو منتقل کیا تھا۔

© AL HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

والد صاحب بہت اچھے طبیب تھے اور جنوں کا علاج بھی کرتے تھے۔ دور دراز سے لوگ ان سے علاج کروانے آتے اور غریب رفقا اور اقربا کا علاج مفت کرتے تھے۔ شام کو گھر آتے تو بچوں کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ لے کر آتے۔ اپنی بیوہ بہن اور ان کے بچوں کی کفالت بھی کی۔ گھر کا دروازہ کبھی بند نہ ہوتا۔ مریضوں اور دیگر لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ بہت سے مریض گھر پر ہی آ جاتے تھے۔

گفت وشنید میں دھیما پن ان کی شخصیت کا خاصہ رہی۔ بیٹیوں کو صرف اتنا کہتے کہ آہستہ بولتے ہیں۔ بیٹوں کے ساتھ تربیت میں نسبتاً سخت تھے۔ ڈسپلن رکھتے تھے۔ بہت آرگنائزڈ اور اعلی درجہ کے منتظم تھے۔ ہر چیز کو بہت ترتیب سے رکھتے تھے۔ وقت کا بہترین استعمال کرتے گھر اور باقی لوگوں کو ان کا حق دیتے۔

ہمیشہ باجماعت نماز پڑھتے جب بارش ہوتی تو گھر میں جماعت کروا لیتے۔ ہفتہ میں ایک بار دینی مجلس کا اہتمام کرتے جو فیملی اجتماع کے طور پر ہوتا تھا اس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اپنے چھوٹے چھوٹے کام خود کر لیا کرتے اور ہمیں بھی اپنے کام خود کرنے کا کہتے اور خود سکھاتے تھے۔ بچوں کو اپنی کتابوں کی جلد سازی کرنا سکھانے کے ساتھ ساتھ دوسرے چھوٹے چھوٹے ہنر بھی سکھاتے۔

گرمیوں کی چھٹیوں کی باقاعدہ پلاننگ کیا کرتے تھے۔ ٹیوشن پڑھوانا اور قرآن مجید پڑھانا اس پلاننگ کا حصہ ہوتا۔ امتحان کے بعد بچوں کو ان کے فارغ اوقات میں آئندہ سال کا نصاب پہلے سے پڑھا دیتے تھے۔ جس سے اگلی جماعت کا کورس بہت آسان لگتا تھا۔ ریاضی کے لیے ٹیچر رکھ کر دیتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ پریکٹس ہو جائے۔ اس کے لیے ماموں کے گھر بھیج دیتے تھے کیونکہ ان کی بیٹیاں ٹیچر تھیں۔

بطور شوہر اپنی بیوی کے ساتھ بہت اچھے تھے۔ کبھی ڈانٹا نہیں، نہ کبھی اونچی آواز میں بات کی۔ میں (فرحت ہاشمی) نے جب ہوش سنبھالا تو دادا بھی گھر میں تھے ان کے سامنے کندھے جھکا کر

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بیٹھتے ان کا خیال رکھتے اور ان کی آواز پر خود حاضر ہو جاتے بڑوں کا ادب کیسے کیا جاتا ہے اس کی عملی مثال تھے۔کمانے کے قابل ہوئے تو 1953 میں اپنے والدین کو حج پر لے کر گئے۔اور 86
19 میں امی جی کے ساتھ دوسری مرتبہ حج کیا۔جس میں انہوں نے عبادت میں خوب مشقت کی جس کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گئے۔جب میں پی ایچ ڈی کر کے واپس آئی تو کہا اس کی بھی خوشی ہے لیکن زیادہ خوشی اس بات پر ہے کہ تم نے اس دوران حج کر لیا ہے۔ان کے نزدیک دین ہر حال میں اہم تھا۔صحیح معنوں میں اگر کہا جائے تو وہ میری محبوب ہستی تھے۔

ان کی وفات کے بعد میرا دل کسی چیز میں نہیں لگتا تھا۔موت اور قبر کی زندگی کو کثرت سے یاد کرتے تھے۔ہر معاملے میں کہتے آخرت کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرو۔کسی چیز پر اتنا ناراض نہ ہوتے تھے جتنا نماز کی کوتاہی پر۔اس کا باقاعدہ حساب رکھتے تھے۔گھر میں لائبریری بھی بنائی ہوئی تھی۔اچھی اچھی کتابیں لا کر دیتے اور مطالعہ کتب پر آمادہ کرتے۔

وسائل کا بہت خیال رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا مال جیسا کہ بجلی پانی وغیرہ ضائع نہ ہو۔ان کی شخصیت میں رعب تھا کیونکہ حق پر ہوتے تھے اس لیے کسی کو غلط بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔شادی کے بعد گھر جاتی تو روتی ہوئی آتی۔خود گاڑی تک چھوڑنے آتے،دعائیں دیتے۔مریم پیدا ہونے والی تھی تو خود میرے پاس آتے میرا حال پوچھتے،خود کچھ کھلاتے زیادہ سفر نہیں کرتے تھے،اپنی روٹین کے پابند تھے۔جو کام کرتے مسلسل کرتے۔خوبصورت کیلی گرافی اور آرٹ ورک کرتے تھے۔تقریباً 1996 میں الہدیٰ آئے جبکہ وہ بہت بیمار تھے،ایمبولینس میں آئے کہ زیادہ بیٹھ نہ سکتے تھے۔

اسماء بہت چھوٹی تھی لا الہ الا اللہ بہت پڑھتی تھی،تو خط میں مجھے لکھا کہ اسماء تمہیں یاد کرنے سے زیادہ اللہ کو یاد کرتی ہے۔میں نے مریم کا نام لینہ رکھا تو انہوں نے کہا مریم بہتر نام ہے۔میں نے فلسفہ پڑھنا چاہا تو انہوں نے عربی پڑھنے کا مشورہ دیا۔زندگی نے ثابت کیا کہ ان کے ہر فیصلے میں خیر تھی کہ ان کی راہ نمائی نے میری زندگی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔میں ان کی کوئی

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بات ٹال نہیں سکتی تھی۔ان کی محبت ادب اور احترام نے مجھے بہت فائدہ دیا۔
عبدالرحمٰن ہاشمی صاحب اس گھرانے کا اہم کردار ہیں ان پر تو کئی ایک کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔

ہاشمی صاحب نے 12 جولائی 1998 کو وفات پائی۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.
اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔آمین۔

نانی اماں اور عبدالرحمٰن ہاشمی صاحب کا خاندان

ہاشمی صاحب کے والدمحترم کا نام عالم شاہ تھا۔آپ نے سنگ والہ تلہ گنگ کے مدرسہ سے دینی تعلیم حاصل کی تھی۔ ہاشمی صاحب کی والدہ محترمہ نانی اماں کی شادی سے پہلے وفات پا چکی تھیں، عالم شاہ کی اولاد میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:

محبوب ہاشمی، عبدالرحمٰن ہاشمی (والدمحترم ڈاکٹر فرحت ہاشمی)، اسماء بی بی اور بی بی جان۔بی بی جان کا تذکرہ استاذہ محترمہ تفسیر کرتے ہوئے بھی فرماتی ہیں۔

استاذہ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ

پہلے بیٹے کی وفات کے بعد اللہ تعالی نے نانی اماں کو ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی کی شکل میں ایک انمول تحفہ سے نوازا۔ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی 22 دسمبر 1957 میں پنجاب کے شہر سرگودھا، پاکستان میں پیدا ہوئیں۔ان کی پیدائش پر سب بہت خوش ہوئے، مٹھائی تقسیم کی گئی۔دائی کا نام برکت بی بی تھا۔

ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہیں، ان کی ابتدائی تعلیم ایک مدرسہ سے شروع ہوئی جہاں ان کو ناظرہ قرآن مجید اور اسلام کی دوسری بنیادی تعلیم کے لیے بھیجا گیا۔ انہوں نے ساڑھے چھ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید مکمل کیا اس وقت ان کے والد تحریک ختم نبوت کی وجہ سے جیل میں تھے۔اس موقع پر آپ کے والد نے آپ کی والدہ کو خط لکھا اور آپ کے لیے تحفہ خریدنے اور آپ کی تکمیل کی خوشی منانے کو کہا۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

آپ کو ابتدائی تعلیم گھر میں دی گئی تھی اس لیے آپ کی والدہ آپ کو دوسری جماعت میں داخل کرانا چاہتی تھیں لیکن سرگودھا شہر کے سکولوں کے داخلہ دینے سے انکار پر ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی کو 7 سال کی عمر میں ان کی نانی کے پاس گاؤں چک نمبر 107 شمالی میں وہاں کے لوکل اسکول میں داخلہ کے لیے بھیج دیا گیا۔ آپ نے وہاں ایک سال تعلیم حاصل کی اور بعد میں سرگودھا شہر کے ایک سکول میں داخل کروا دی گئیں جہاں سے آپ نے اپنی باقی تعلیم مکمل کی۔ استاذہ محترمہ اپنی پوری تعلیمی مدت میں مختلف سکالرشپ اور انعامات لینے والی ایک قابل طالبہ ثابت ہوئیں۔

ڈاکٹر فرحت ہمیشہ استاد بننے کی خواہش کیا کرتی تھیں، سکول کی باقاعدہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کے والد نے اپنی ذہین بیٹی کے دل میں قرآنی تعلیم کا خزانہ بھی یقینی بنایا، اس کام کے لیے انہوں نے فجر کے بابرکت وقت کا انتخاب کیا اور اپنی ذہین بیٹی کو چھٹی جماعت سے فارسی کی تعلیم بھی دینا شروع کی، والد صاحب نے انہیں پڑھنے کے لیے ''سعدی'' کی کتب دیں، تین سال تک آپ فارسی زبان سیکھتی رہیں چودہ سال کی عمر میں جب آپ نہم کلاس میں تھیں تو عربی گرامر میں صرف ونحو اور قرآن کا ترجمہ اور مختصر تفسیر پڑھنا شروع کیا اور یہ سلسلہ اگلے چار سال تک جاری رہا۔

اٹھارہ سال کی عمر میں جب آپ کالج کے دوسرے سال میں تھیں تو آپ نے قرآن کی مختصر تفسیر مکمل کی اور اس کے بعد آپ کے والد نے آپ کو ربط القرآن کی تعلیم دی، آپ کے والد نے گھر ہی میں درسِ نظامی کے طریقے پر پڑھانا شروع کیا جس میں احادیث اور فقہ کی مختلف کتب شامل تھیں انہوں نے درسِ نظامی کے لیے نہ تو باقاعدہ طور پر کسی مدرسے میں داخلہ لیا اور نہ ہی کسی مدرسے سے کوئی سند حاصل کی۔

والد کی لائبریری کی دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحبہ کا کتب سے ایک خاص تعلق قائم ہو گیا تھا۔ صدرالدین اصلاحی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی کتب نے انہیں بہت متاثر کیا۔ دین کی ترقی کے لیے انہوں نے صدرالدین اصلاحی کی کتاب فریضہ اقامتِ دین سے مدد لی اور

اسلام سے اپنی گہری محبت کی نشو ونما کے لیے مولانا مودودی کی کتاب ''دینیات اور خطبات'' کو سراہتی ہیں۔

انہوں نے بہت مختصر وقت کے لیے جمیعت میں بھی شمولیت اختیار کی تھی لیکن جماعت کے بہت زیادہ سیاست کی طرف رجحان کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا انہیں اس بات کا اندازہ ہوا کہ عوام میں دینی تعلیم اور شعور کی کس قدر ضرورت ہے اور معاشرے میں تبدیلی اسی صورت میں ممکن ہے جب لوگوں میں اسلام کی تعلیم اور شعور کو بیدار کیا جائے۔مزید برآں انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ وہ کسی اور شعبہ کو اختیار کرنے کی بجائے تعلیم اور تعلم کے لیے زیادہ موزوں ہیں، اپنی اس خوبی کو جاننے کے بعد انہوں نے اور زیادہ انہماک سے پڑھنا شروع کر دیا۔

سرگودھا ڈگری کالج سے اپنی گریجویشن مکمل کرنے کے بعد ایم۔اے عربی کے لیے پنجاب یونیورسٹی لاہور میں داخلہ لیا۔عربی زبان اور ادب اختیار کرنے کی بنیادی وجہ قرآن مجید، محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی زبان سے گہری محبت تھی، سخت محنتی تھیں پڑھنے، سیکھنے اور علم حاصل کرنے کے لیے طلب کا اس چیز سے اندازہ ہوتا ہے کہ لائبریری سے سب سے آخر میں واپس آتی تھیں۔

بعدازاں سرگودھا ڈگری کالج میں بطور لیکچرار کام کا آغاز کیا۔ملازمت کے آغاز ہی میں آپ کی شادی ڈاکٹر محمد ادریس زبیر سے ہوئی۔

محترم ڈاکٹر محمد ادریس زبیر صاحب

محترم ڈاکٹر صاحب کے پاس ڈاکٹر فرحت ہاشمی کے برعکس پاکستان کے درسی نظام کی باقاعدہ اسناد تھیں ان کا تعلق بھی علما کے ایسے خاندان سے ہے جن کی ملتان میں ایک قیمتی تاریخ موجود ہے۔جو ملتان جیسے شہر میں دینی علوم کے حوالے سے اپنی ایک مستند حیثیت رکھتا ہے۔ڈاکٹر ادریس معروف عالم دین مولانا شمس الحق کے ہاں مارچ 1958 میں پیدا ہوئے ڈاکٹر صاحبہ کی

طرح آپ نے بھی دینی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ تعلیم کا آغاز فارسی زبان سیکھنے سے کیا اور اسی زبان میں صرف ونحو کی کئی کتابیں پڑھیں۔ ملتان میں مولانا محمد داؤد مسعود، گجرانوالہ میں مولانا عبدالمنان نور پوری اور مولانا جمعہ خان سے فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

آپ کے والد مولانا شمس الحق اور پر دادا سلطان محمود حدیث کے نامور علماء تھے۔ مولانا سلطان محمود افغانستان سے ہجرت کر کے ڈیرہ اسماعیل میں آباد ہو گے اور محترم کے داد مولانا ابو محمد عبدالحق محدث اپنے جوانی میں شادی سے قبل ڈیرہ اسماعیل ہجرت کر کے ملتان میں قیام پذیر ہو گئے اور یہی پر ان کی شادی قریشی خاندان کی صاحبزادی سے ہوئی۔ مولانا ابو محمد عبدالحق محدث میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے اور ''فتاوی نذیریہ'' میں حصہ ڈالنے والوں میں سے تھے۔

انہوں نے اپنے بیٹے مولانا عبدالحق محدث کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے دہلی بھیجا اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے جامع مسجد اہلحدیث ملتان میں پڑھایا۔ مولانا شمس الحق نے دینی تعلیم کا بیشتر حصہ اپنے والد سے حاصل کیا اور کچھ عرصہ شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ اس کے بعد خاص عام باغ (جگہ کا نام) جامع دارالحدیث محمدیہ میں پڑھانا شروع کیا پھر کچھ عرصہ بعد شیخ صاحب اُسی جامع مسجد اہلِ حدیث کے خطیب مقرر ہوئے جو اس سے قبل ان کے پر دادا اور دادا نے سنبھال رکھی تھی اسی مسجد کے ساتھ ''مدرسہ عربیہ دارالحدیث الرحمانیہ'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور وہاں اپنی آخری سانس تک پڑھاتے رہے۔

ڈاکٹر ادریس زبیر نے اسی مدرسہ سے اپنے والد محترم سے 8 سالہ درسِ نظامی کا کورس مکمل کیا۔ روایتی اسلامی نظامِ تعلیم کی اسناد حاصل کرنے کے دوران ہی آپ نے باقاعدہ سکول کی تعلیم میٹرک، انٹرمیڈیٹ، گریجویشن بھی حاصل کی اور لاہور کی پنجاب یونیورسٹی سے اپنا ایم۔ اے عربی مکمل کیا۔ 1980 میں ملتان واپس آ کر دو ڈھائی سال تک آپ نے اسی مدرسہ میں پڑھایا اور بطورِ منتظم اس کے نظم وضبط کی نگرانی کرتے رہے۔

بعد ازاں ڈاکٹر ادریس زبیر اور ڈاکٹر فرحت ہاشمی دونوں نے اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی

اسلام آباد کے اصول الدین اور عربی ڈیپارٹمنٹ میں بطور لیکچرر شمولیت اختیار کی۔ اسی دوران ایم۔اے عربی میں اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر ڈاکٹر فرحت کو بیرونِ ملک سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے کے لیے حکومتِ پاکستان کی جانب سے میرٹ سکالرشپ سے نوازا گیا۔ اس وقت آپ کی دو بیٹیاں تھیں آپ نے عرب ممالک کی مختلف یونیورسٹیوں میں داخلہ کی کوششیں شروع کر دیں۔

اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی میں (اُس وقت) دعوۃ اکیڈمی کے شعبہ تحقیقاتِ اسلامی کے سینئر پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مشورے پر یورپین یونیورسٹیوں میں داخلہ کے لیے درخواست دیں اور سکاٹ لینڈ کی گلاسگو یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا۔ اس طرح دونوں میاں بیوی نے بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنے کے سفر کا آغاز کیا۔

پی۔ایچ۔ڈی میں حدیث کو بنیادی مضمون کے طور پر لیا، خوش قسمتی سے انہیں حدیث سائنسز کے لیے شام کے عالم شیخ محمد سعید البادنجکی ملے جن کی محنتِ شاقہ کے نتیجے میں انہیں اس عالم سے حدیث کا اجازہ مل گیا۔ دونوں نے گلاسگو یونیورسٹی میں جان این۔ میٹک کی زیرِ نگرانی اپنے تھیسسز پر کام کیا، جبکہ حدیث میں وہ شامی استاد سے راہنمائی لیتے رہے، ڈاکٹر فرحت ہاشمی کے تھیسسز کا عنوان ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد بن محمد السّلفی الاصفہانی کی کتاب **الوجیز فی ذکر المجازِ والمجیز** کا تنقیدی ایڈیشن تھا۔

پی۔ایچ۔ڈی کے دوران ڈاکٹر ادریس زبیر اور ڈاکٹر فرحت ہاشمی نے تھیسسز لکھنے کے لیے مختلف ممالک کے دورے کیے۔ آکسفورڈ، کیمبرج اور مانچسٹر کی مختلف لائبریریوں کے دوروں کے علاوہ ترکی، شام، عراق، اردن، عمان، مصر اور سعودی عرب بھی گئے۔ ان اسفار کے دوران مختلف علماء جید مثلاً اردن کے شیخ البانی، شام میں شیخ سراج الدین، سعودی عرب میں شیخ حماد انصاری اور ڈاکٹر اکرم ضیاء سے بھی ملے جنہوں نے آپ دونوں کے تھیسسز میں بھرپور مدد اور تعاون کیا۔

اردن میں محترم ڈاکٹر ادریس زبیر اور استاذہ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی کی شیخ ناصر الدین البانیؒ

سے ملاقات قابلِ ذکر ہے محترم ڈاکٹر ادریس زبیر نے بتایا کہ البانیؒ نے ہمیں بڑی عزت واحترام سے بٹھایا، سوالات کے تسلی بخش جواب دیئے جس سے حدیث میں جہاں کہیں علمی پہلو کے اعتبار سے تشنگی تھی وہ دور ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں بہت خوشی بھی ہوئی ایسا لگا جیسے اردن جانے کا حق ادا ہوگیا ہو ہے۔ یہ سفر ہمارے تمام اسفار کا نچوڑ تھا البانیؒ نے ہم دونوں میاں بیوی کو قرآن وسنت پر کام کرنے کا اجازہ بھی دیا۔

پی۔ایچ۔ڈی مکمل کرنے کے بعد ڈاکٹر فرحت ہاشمی نے اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ اصول الدین میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا، بعد میں انہیں خواتین کیمپس کا انچارج مقرر کر دیا گیا۔ ڈاکٹر فرحت اور ڈاکٹر ادریس کو حدیث میں مزید دو اجازہ ملے ایک مولانا شمس الحق ملتانی سے اور دوسرا مولانا عبدالغفار حسن سے۔

اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی میں پڑھانے کے دوران ڈاکٹر فرحت یونیورسٹی کے ہاسٹل کی لڑکیوں کو وقتا فوقتا درس دیتیں۔ آہستہ آہستہ لوگوں نے آپ کو بڑے پیمانے پر مختلف کمیونٹی سینٹرز، گھروں اور ہوٹلوں میں دروس کے لیے بلانا شروع کر دیا۔ اس دوران آپ نے لوگوں کے اندر دین سیکھنے کی پیاس دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ ان کا براہِ راست تعلق قائم کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا۔

ڈاکٹر فرحت ہاشمی اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی کے نصاب میں قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھائے جانے پر مطمئن نہ تھیں، ان کے مطابق جو طالب علم اسلامی تعلیمات کے حصول کے لیے اپنی زندگی کے چار قیمتی سال لگاتا ہے اس کو مکمل قرآن مجید کا پڑھنا لازم ہے۔ مزید برآں قرآن مجید پوری انسانیت کی ضرورت ہے، لہذا دوسرے شعبہ جات کے تمام طالب علموں کو بھی قرآن سادہ اور آسان طریقے سے پڑھانا چاہیے، آپ نے یونیورسٹی کے اعلی حکام کو مکمل قرآن مجید نصاب میں شامل کرنے پر آمادہ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن جب آپ کی کوشش کوئی ثمر نہ لا سکی تو آپ نے اپنا ادارہ الہدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن کے نام سے قائم کرنے کا ارادہ کیا۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

الہدیٰ کے قیام کا بنیادی مقصد پورے قرآن مجید کا لفظی ترجمہ اس طرح پڑھانا ہے کہ لوگ اپنا مقصدِ زندگی جان جائیں۔

الہدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن ایک ایسا ادارہ ہے جو ہر طرح کے تعصب اور فرقہ واریت سے پاک اسلامی اقدار و افکار کو خالص علمی اور تحقیقی بنیادوں پر فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے، یہاں ہر خاتون کے مذہبی، ذاتی اور مالی معیارات کو نظر انداز کر کے قرآن مجید کی درست اور مستند تعلیم کے لیے خوش آمدید کیا جاتا ہے۔ نیز معاشرے کے پسماندہ طبقات (نادار، مستحق، ضرورت مند اور آفت زدہ افراد) کی فلاح و بہبود کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی سے عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ ان مخلص کوششوں کی بدولت آج دنیا بھر کے تقریباً ہر خطہ میں الہدیٰ کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں الحمدللہ۔ قرآن کا شعور دینے کی یہ تحریک ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ نے اپنی طالبات میں بھی پیدا کی جس کے نتیجے میں بہت سی طالبات نے الہدیٰ کے اس مشن کو آگے پہنچانے کا بیڑا اپنے سر لیا۔ ڈاکٹر صاحبہ کے مختلف مضامین پر آڈیو لیکچرز الہدیٰ کی ویب سائٹس پر موجود ہیں۔ انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں خواتین کے حقوق و کردار، ذمہ داریوں اور مسلمان خواتین کی حدیث نبوی کی نشر و اشاعت میں خدمات پر بھی لکھا۔ نیز الہدیٰ پبلی کیشنز کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کی مطبوعات پورے ملک میں دستیاب ہیں۔

ڈاکٹر صاحبہ اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اسلام کے انسانی جذبہ کو تر و تازہ کرنے کی وجہ سے بھی جانی جاتی ہیں لہذا آج الھدی معاشرے کے غریب اور لاغر طبقہ کی خدمت کرنے کی وجہ سے ایک فلاحی ادارے کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

چار بچوں کی ماں ہونے کے باوجود بطور ماں، بیوی، استاد اور عالمہ اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھاتے ہوئے ہم سب کے لیے نمونہ ہیں۔ ان کی دین کے لیے خدمات اور نشر و اشاعت کی بنیاد پر انہیں قومی اور بین الاقوامی اعزازات سے نوازا گیا۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

استاذہ محترمہ کا اپنے والد صاحب سے تعلق

استاذہ محترمہ نے اپنے والد کو ایک معلم، مربی اور دین دار شخصیت کے طور پر بہترین رول ماڈل پایا۔ وہ فرماتی ہیں کہ والدہ کی شادی کم عمری میں ہوئی اور دو سال بعد میری پیدائش ہوئی۔ شادی کے فوراً بعد والد صاحب نے امی کو قرآن پڑھانا شروع کر دیا جو میری پیدائش سے آٹھ دن پہلے مکمل ہوا۔ والدہ کا قرآن مکمل ہونے پر مٹھائی بانٹی گئی تو لوگوں نے سمجھا کہ بیٹا ہوا ہے۔ آٹھ روز بعد بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام فرحت رکھا اس کا معنی 'خوشی' ہے۔

جب بڑی ہوئی تو خود تعلیم دینے کا اہتمام کیا ۔صبح خود پڑھاتے پھر مسجد بھیجتے اور اس کے بعد اسکول۔ اسکول کے بعد قاری صاحب گھر آتے تھے۔ دیگر تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کی فکر تھی انہوں نے خود لکھنا پڑھنا سکھایا۔ تختی لکھنا، اس کو صاف کرنا پوتنا سکھایا۔ قلم بنانا اس کو پکڑنا، سیاہی بنانا اور قلم پر لگا کر لکھنا سکھایا۔ صرف لکھنا پڑھنا ہی نہیں بلکہ کتاب کا ورق پلٹنا بھی سکھایا کہ اس ادب سے پلٹا جائے کہ کتاب کا احترام بھی ہو۔ قاری صاحب کا اور علم کا احترام بھی سکھایا کہ استاد کے وقت کی قدر کی جائے اور سنجیدگی سے پڑھا جائے۔ یہ بھی دیکھتے کہ ہم سارا دن کیا کرتے ہیں۔ بعض اوقات سارا دن ناظرہ قرآن میں گزر جاتا۔

گھر میں دین کی تعلیم زیادہ تھی۔ نماز کی پابندی بھی سات سال سے تھی اور یہ سب بہن بھائیوں کے لیے تھا۔ دین صرف علم اور باتوں کی حد تک نہ تھا بلکہ خود بھی عمل کرتے اور عمل کرنے کا کہتے۔ کلینک جانے سے پہلے سب بچوں کو باری باری سبق پڑھاتے۔ ہمیں کچھ فارسی کی کتابیں بھی پڑھاتے۔ میں نویں کلاس میں تھی جب قرآن کا ترجمہ پڑھانا شروع کیا سات سال کی عمر میں چھوٹی بہن نے آغاز کیا۔ ہم دونوں کا سبق ساتھ ساتھ ہی ہوتا تھا۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

نانی اماں کے تعلقات

شوہر

ہاشمی صاحب نانی اماں کو بی بی کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔نانی اماں اپنے شوہر کی ہر بات مانتی تھیں کسی بات پر جواب نہیں دیا کرتیں۔رضیہ ہاشمی نے بتایا کہ امی جی بہت فرماں بردار بیوی تھیں ابا جی کے گھر آنے سے پہلے گھر کے سارے کام کرلیا کرتی تھیں اور ایسا ماحول پیدا نہ ہونے دیتیں جس سے ابا جی کو غصہ آئے۔ہاشمی صاحب کی عادت تھی کہ دن میں ایک سے زائد بار لباس تبدیل کرتے۔ان کی اس عادت پر نانی اماں کبھی غصہ نہ کرتیں۔

نانی اماں کے گھر میں خاندان کے کئی افراد مختلف اوقات میں قیام پذیر رہے جن کا کھانا اپنے ہاتھ سے بناتیں اور کپڑے بھی دھو کر دیتیں۔رضیہ ہاشمی کہتی ہیں کہ کپڑے اتنی خوب صورتی سے دھوتیں کہ وہ سفید اور چمکدار نظر آتے۔اتنے زیادہ کپڑے ہاتھ سے دھوتیں کہ گھر میں لگی تاریں کپڑوں سے بھر جاتیں۔ہاشمی صاحب جس کو بھی گھر لے آتے اس کا کام خوش دلی سے کرتیں، شوہر سے کبھی اس بات پر جھگڑا نہیں کیا کہ آپ اتنے لوگوں کو گھر لے آتے ہیں۔جن افراد نے نانی اماں کے ہاں وقتاً فوقتاً قیام کیا ان کی تفصیل مجھے کچھ اس طرح سے معلوم ہوئی ہے:

1۔فتح شاہ صاحب (رضیہ ہاشمی کے ماموں) 2۔حسین احمد شاہ (ہاشمی صاحب کے کزن)

3۔رفیع الدین (ہاشمی صاحب کے بھتیجے محبوب ہاشمی کے بیٹے جن کی والدہ فوت ہوگئی تھیں)۔

4۔عبدالحق (ہاشمی صاحب کے بھانجے، جن سے نانی اماں کی بہن کی شادی ہوئی جن کو میں خالہ جان کہہ رہی ہوں سرگودھا میں قیام پذیر ہیں بہت میٹھی اور محبت کرنے والی خاتون ہیں)۔

5۔بی بی جان (ہاشمی صاحب کی بہن جو بیوہ ہو جانے کے بعد اپنے دو بیٹوں کے ہمراہ ان کے ہاں قیام پذیر رہیں)۔

6۔عالم شاہ (ہاشمی صاحب کے والد اور نانی اماں کے سسر)۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

7۔شہزادہ بی بی (نانی اماں کی چھوٹی بہن جنہوں نے ان کے ہاں رہ کر تعلیم حاصل کی پھر ہاشمی صاحب نے ان کی شادی اپنے بھانجے سے کر کے ان کو بھی اپنے گھر رکھ لیا)۔

یا اللہ! میری تو سوچ گم ہو جاتی ہے یہ کیا ماجرہ تھا وسعت کی انتہا کا۔ایک مہمان گھر میں آ جائے تو ہوش گم ہونے لگتے ہیں۔آنے سے پہلے ان کے جانے کی فکر لگ جاتی ہے۔ادھر تو بہت سے لوگوں کی پوری پوری زندگیاں ہاشمی صاحب کے گھر میں گزر گئیں۔میکے والوں کا کام کرنا تو پھر بھی آسان لگتا ہے مگر یہ سب تو نانی اماں کے سسرالی رشتہ دار تھے۔ان سب کو رکھا بھی اور ان سے پردہ کے ساتھ ساری ذمہ داریاں بھی پوری کیں۔یہی دراصل دین اور دنیا کا بہترین توازن ہے۔ہاشمی صاحب نے مردان خانہ الگ بنوا رکھا تھا یوں سمجھیں کہ جیسے مردوں کا ہوسٹل ہو۔ان سب کو صرف کھلایا پلایا ہی نہیں بلکہ تربیت بھی کی۔

نانی اماں کو آج کی لڑکیوں پر حیرت ہوتی جب یہ معلوم ہوتا کہ وہ شوہر کے سامنے بولتی ہیں۔ مریم زبیر نانی اماں کی نواسی نے بتایا کہ وہ حیرت سے کہتی تھیں آج کل کی لڑکیوں کو کیا ہو گیا ہے جو شوہروں کے سامنے بولتی ہیں۔میں تو تمہارے نانا جان کے سامنے کبھی نہیں بولتی تھی ہمیشہ ان کی بات پر جی ہی کہا کرتی تھی۔کبھی غصہ آ بھی جاتا تو باتیں کرنے کے بجائے رونے لگ جاتی۔ خالہ جی نے بتایا کہ میں چھوٹی تھی تو جب کبھی آپا جان کو روتے دیکھتی تو سوچا کرتی کہ آپا اتنے اچھے کپڑے پہنتی ہیں، اچھا کھاتی پیتی ہیں پھر پتا نہیں کیوں روتی ہیں۔بڑے ہو کر پتا چلا کہ کبھی کسی بات پر غصہ آتا تو بے بسی میں رونے لگ جاتی تھیں مگر غصے میں بولتی نہیں تھیں۔

ہاشمی صاحب نے نانی اماں کی بڑی بہن کے ہاں جانے سے اس وجہ سے روک دیا تھا کہ بہن کے ہاں پردے کا خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ہاشمی صاحب نے کہا کہ وہ ہمارے ہاں سو بار آئیں آپ بہنیں بیٹھ کر باتیں کریں۔ہم مرد بیٹھک میں ہی رہیں گے۔اس پر نانی اماں رونے لگیں اور اپنی والدہ کے آنے پر شکایت کی کہ مجھے کس قید خانے میں ڈال دیا ہے۔مگر شوہر سے کوئی شکایت نہ کی۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ذکیہ باجی نے بتایا کہ امی جی، ابا جی کا بہت خیال رکھتی تھیں، جب کھانا تیار کر لیتیں تو سب سے پہلے ان کے لیے کھانا نکال لیتیں اور بہت اہتمام سے ان کو کھانا پیش کرتیں۔ ابا جی کے جتنے بھی مہمان گھر میں آتے اماں جی کوئی منفی بات نہ کرتیں اور نہ ہی کوئی ردعمل دکھاتیں بلکہ اٹھتیں اور کھانے کی تیاری کرنے لگتیں۔ امی جی نے ہمیشہ ابا جی کی تائید کی۔ وہ کہہ گئے ہیں کہ بچوں نے اتنے بجے پڑھنا ہے اور اتنے بجے کام کرنا ہے تو فوراً کہنا کہ جی ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا۔

ابا جی کے کپڑوں میں ازار بند ڈالتیں، کلف لگاتیں، استری کرتیں اور ٹوپی تیار کر کے دیتیں کیونکہ ابا جی کلف والی ٹوپی پہنتے تھے۔ ابا جی نے اگر کچھ کہا تو امی جی ان کے ساتھ تعاون کرتی تھیں۔ وہ کہتے فجر کے بعد ہر کوئی قرآن کھولے گا اور پڑھے گا خواہ تھوڑا پڑھے یا زیادہ۔ ہر ایک نے ایک حدیث پڑھنی ہوگی، تفہیم القرآن کی آخر جلد میں آخری سورتوں کی تفسیر پڑھنی ہے اور سائیڈ پر نوٹس بنانے ہیں۔ ایک بات لکھیں یا دو۔ فجر کے بعد یہ سب کا نصاب تھا۔ کوئی نہ کوئی چھوٹی کتاب ہمیں پڑھاتے۔ امی جی ہم سے ان سارے کاموں کی پابندی کرواتی تھیں۔

بیٹیوں نے بتایا کہ ابا جی کی تیمارداری میں امی جی کا بہت عظیم کردار ہے۔ ہر چیز کا خیال رکھا۔ کپڑے خود پہنانا، خود نہلانا۔ امی جی کے گھٹنے خراب تھے۔ روز بخار ہو جاتا تھا۔ گھٹنوں کی تکلیف بھی اس وجہ سے زیادہ ہوگئی تھی مگر اپنی تکلیف کو پسِ پشت ڈالے ابا جی کے کاموں میں لگی رہتیں۔ اللہ تعالیٰ نے نانی امّاں کو اس خدمت کا صلہ اس دنیا میں بھی عطا کیا۔ ابا جی نے اپنے آخری ایّام میں نانی امّاں سے کہا کہ میں آپ سے دل سے خوش ہوں۔

محترم سرادریس صاحب نے بتایا کہ ہم سرگودھا گئے ہوئے تھے ہمارے وہاں ہوتے ہوئے نانی امّاں کی ٹانگ شدید گرم پانی گرنے سے جل گی ہاشمی صاحب نے اُن کا بہت محبت واحترام سے علاج کیا۔ نانی امّاں کی تکلیف کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ اُن کی آواز ہمیں اپنے کمرے میں سنائی دیتی تھی۔ اس ساری تکلیف کے باوجود نانی امّاں لیٹے لیٹے اپنے شوہر محترم ہاشمی صاحب کے لباس، کھانے اور دیگر ضروریات کا خیال اپنی بچیوں سے رکھوا رہی تھیں۔ میں حیران ہوتا کہ بیماری

©AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

میں انسان کو اپنی پڑ جاتی ہے مگر نانی امّاں اس دوران بھی اپنے شوہر کا خیال رکھ رہی ہیں۔میرے سامنے میاں بیوی کے ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہونے کی بہترین مثال تھی۔

سسر

عالم شاہ جو کہ نانی اماں کے سسر تھے،ان سے بہت راضی اور خوش تھے کیونکہ نانی اماں ان کی ہر بات مانتیں اور خدمت کیا کرتیں۔گھر کے بزرگوں کا چھوٹوں سے راضی ہونا ماحول کی خوش گواری کا سبب بنتا ہے۔یہ خوبی اس گھرانے کی خوش بختی ٹھہری۔

فیض بیگم (نانی اماں کی سوکن)

نانی اماں جب شادی ہو کر آئیں تو گھر میں ہاشمی صاحب کی پہلی بیوی فیض بیگم اور ان کی بچی بھی موجود تھیں۔شروع میں علیحدہ علیحدہ گھروں میں رہیں۔بعد میں ایک ہی گھر میں رہنے لگیں جو مسلم بازار میں واقع تھا۔نیچے دو کانیں اور اوپر دو کمرے تھے۔دونوں بیگمات بیٹھی باتیں کر رہی ہوتیں تو دیکھنے والے کو ایسے محسوس ہوتا جیسا کہ یہ دونوں بہنیں ہیں۔باجی رضیہ نے بتایا کہ نانی امّاں اور میری والدہ کے باہمی تعلقات اس قدر اچھے تھے کہ میری والدہ نے نانی اماں کی اولاد کو پالا۔عطاالرحمٰن بھائی کی پیدائش کے بعد نانی امّاں کو گردوں کی تکلیف ہو گئی تھی۔ذکیہ ہاشمی میری والدہ کے پاس سوتی تھی۔کہتی ہیں کہ ہم بہنوں کی آپس میں اتنی محبت تھی کہ کبھی محسوس نہیں ہوا کہ ہماری مائیں الگ الگ ہیں۔فرحت ہاشمی کی پیدائش پر میں بہت خوش تھی کیونکہ میرا کوئی اور بہن بھائی نہ تھا۔میں فرحت کو اپنے پاس سلاتی۔جب وہ سو جاتی تو امی اٹھا کر اپنے پاس لے جاتیں۔اتنی محبت تھی کہ جب میری شادی ہوئی تو فرحت مجھ سے لپٹ کر بہت روئی، نانی اماں نے حوصلہ دیا کہ کیوں روتی ہو تمہاری باجی نے ساتھ والے گھر میں ہی تو جانا ہے۔

یہ سب جان کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ گھر کا ماحول کیسا تھا؟ ماؤں کا ایک دوسرے کے لیے کس قدر احترام تھا۔یہی وہ چیز ہے جو اولاد میں بھی منتقل ہوئی۔نانی اماں کو اپنی سوکن پر اتنا اعتماد تھا

کہ بیماری میں اولاد کو ان کے حوالے کیا ہوا تھا اور عام حالات میں بھی گھل مل کر رہا کرتیں۔

موازنہ تو آپ خوب کر رہے ہوں گے کہ دل کی تنگی اور دل کی وسعت کا نتیجہ کتنا مختلف ہوتا ہے؟ ایسا معاملہ کسی ایک گھر میں ہو جائے کہ دو بیگمات دل کی تنگیوں کے ساتھ وقت گزار رہی ہوں تو وہ گھرانہ خاندان والوں اور محلے داروں کی گفتگو کا موضوع بنا رہتا ہے اور جو اولاد ایسے گھرانے میں پرورش پاتی ہے، وہ محبتوں کے رشتوں کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

رضیہ ہاشمی (نانی امّاں کی سوتیلی بیٹی)

رضیہ ہاشمی، ہاشمی صاحب کی پہلی بیوی فیض بیگم سے تھیں 1950 میں پیدا ہوئیں۔ نانی اماں کی شادی کے وقت ان کی عمر پانچ سال تھی اور اپنے والد ہاشمی صاحب کی دوسری شادی میں بارات کے ساتھ گئیں۔ استاذہ محترمہ کی نانی جان نے رضیہ ہاشمی کے لیے ایک خوبصورت فراک بنوایا تھا جو شادی کے موقع پر ان کو تحفے میں دیا گیا۔ رضیہ ہاشمی کی تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ ایک بیٹی الہدیٰ کی سٹوڈنٹ رہ چکی ہے انہوں نے بھی نانی امّاں کا ذکرِ خیر بہت اچھے الفاظ سے کیا۔ آخری بار نانی امّاں جو ان کے پاس آئی تھیں اور جہاں سوئی تھیں، بہت محبت سے اس کا تذکرہ کیا کہ نانی امّاں یہاں سوئی تھیں۔

رضیہ ہاشمی کی بڑی بیٹی نے بتایا کہ ہم سب دارالرحمہ (ہاشمی صاحب کے گھر کا نام) میں اکٹھے رہتے تھے کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا تھا سب بہت محبت اور اتفاق سے رہتے تھے۔ رضیہ ہاشمی نانی امّاں کو امی جی اور ماسی جی کہہ کر بلاتی تھیں۔ نانی امّاں نے اسلام آباد آنے کے بعد بھی ان سے مسلسل رابطہ رکھا۔ وفات سے چند دن قبل فون کر کے رضیہ ہاشمی کو تاکید کی کہ اپنے بھائی عطا الرحمٰن سے ملتی رہا کرو اور اس کا خیال بھی رکھا کرو۔ عطا الرحمٰن ہاشمی نانی امّاں کے بڑے بیٹے ہیں اور سرگودھا ہی میں قیام پذیر ہیں۔

رضیہ ہاشمی نے بتایا کہ میری والدہ کی وفات کے بعد نانی امّاں نے میرا بہت خیال رکھا، نانی

امّاں نے مجھے صرف گھر کے کام ہی نہیں سکھائے بلکہ علم کے زیور سے بھی آراستہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ جب انہوں نے اور پھوپھی جی نے تیسری بار قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھا تو میں بھی ان کے اس تعلیمی سفر میں ساتھ تھی۔ لہذا پندرہ سال کی عمر میں میں نے گھر داری اور سلائی کڑھائی میں مہارت کے علاوہ قرآن مجید ترجمہ وتفسیر کے ساتھ مکمل کر لیا تھا۔ اس سے پتا چلا کہ نانی اماں ایک بار قرآن مکمل کرنے کے بعد دوبارہ شروع کر دیتی تھیں یوں تلاوتِ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کو ترجمہ وتفسیر کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام بھی باقاعدگی سے جاری رکھا۔ قرآن مجید کے ساتھ دلی وابستگی زندگی کے آخری سانس تک جاری رہی۔

نانی امّاں نے اپنی سوتیلی بیٹی کی شادی کے موقع پر بھی ایک سگی ماں کا کردار ادا کیا۔ رضیہ ہاشمی کو جہیز میں دو چار پائیاں اور ضرورت کے برتن دیے۔ ہاشمی صاحب نے اپنی بیٹی کا رشتہ اپنے بھانجے سے طے کیا۔ اس بھانجے کی کفالت اور تربیت کی ذمہ داری چونکہ ہاشمی صاحب نے ادا کی تھی لہذا ولیمے کا اہتمام بھی انہوں نے خود کیا۔ بیٹی کو دس تولہ سونے کے زیورات بھی پہنائے۔ رضیہ ہاشمی کہتی ہیں: مجھے ماسی جی (نانی اماں) سے کبھی سوتیلا پن محسوس نہیں ہوا۔ انہوں نے بہت محبت سے میری تربیت کی، کبھی نفرت نہیں کی جبکہ میں شادی سے پہلے تیرہ سال ان کے زیرِ تربیت رہی۔ ایسے رشتوں کی گواہی ہی حقیقی گواہی ہوتی ہے۔

نندیں

نانی اماں کی دو نندیں تھیں بڑی نند کا نام اسماء تھا جو نانی امّاں کی شادی سے پہلے فوت ہو گئی تھیں اور جن کے بچوں نے بھی ہاشمی صاحب کے ہاں ہی تربیت پائی تھی۔

چھوٹی نند بی بی جان تھیں جو استاذہ محترمہ کی وہ پھوپھی ہیں جن کا ذکر انہوں اپنی تفسیر میں بھی کیا ہے کہ ہماری تربیت میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ نانی امّاں، بی بی جان سے بہت محبت کرتی تھیں اور بی بی جان نانی امّاں سے محبت رکھتی تھیں۔ ایک دوسرے سے جدا ہوتیں تو رویا کرتیں۔

جب ملتیں تو ایک دوسرے کا منہ چوم لیا کرتیں۔بی بی جان تلہ گنگ بیاہی ہوئی تھیں۔نانی امّاں اکثر ان کو اپنے پاس بلا لیا کرتیں اور اپنے پاس رہنے پر اصرار کرتیں۔نانی امّاں کے ہاں جڑواں بیٹے پیدا ہوئے تو پھوپھی بی بی جان نے بہت مدد کی اور ایک بچے کو وہ سنبھالتیں۔بعد میں جب بی بی جان کے شوہر کی وفات ہو گئی تو مستقل طور پر نانی امّاں کے ہاں منتقل ہو گئیں۔ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے بھی تھے۔

بہت دلچسپ بات یاد آ گئی کہ باجی رضیہ نے بتایا کہ نانی امّاں کو اپنی اس نند سے بہت محبت تھی لیکن اس کے بیٹوں سے پردہ کرتی تھیں۔نانی امّاں نے ثابت کر دیا کہ محبت اپنی جگہ اور شریعت کی پابندی اپنی جگہ۔واہ نانی اماں آپ بھی کیا انمول ہستی تھیں۔اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے۔ہم آج تک یہ فرق نہ کر پائے کہ اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر دشمنی کیا ہوتی ہے؟ ہم آج تک حدود قائم نہیں کر سکے کہ محبت کہاں تک جائز ہے؟ اور اطاعت کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ میں تو اپنی محبتوں کا جائزہ لیتی رہی کہ کہاں درست ہوں اور کہاں غلطی کر جاتی ہوں؟ نانی امّاں نے ثابت کر دیا کہ محبت میں سب کچھ جائز نہیں ہوتا۔

بہن بھائی

بہن بھائیوں سے بہت محبت کرتی تھیں اور گھر میں ان کو یاد بھی کیا کرتی تھیں چھوٹی بہن ممتاز کو کینسر ہو گیا تھا۔ان کو ملنے کے لیے گئیں تو بہن کی کلمہ پڑھنے کی آواز گھر سے باہر تک آ رہی تھی۔ان کی اس بات کو بہت یاد کرتی تھیں۔ان کو یہ بات اچھی لگتی تھی کہ بہن نے کلمہ پڑھا ہے ان کو آنکھ کا کینسر ہو گیا تھا نانی امّاں کہا کرتی تھیں کہ وہ میری بہت صابر اور شاکر بہن تھی۔

سرگودھا جانے پر میرا قیام نانی امّاں کی چھوٹی بہن شہزادہ بیگم کے ہاں تھا۔جن کو استاذہ محترمہ خالہ جی کہہ کر پکارتی ہیں۔انتہائی ملنسار اور محبت کرنے والی شخصیت ہیں۔انہوں نے نانی امّاں کے بچپن سے لے کر فوت ہونے تک کی تمام باتیں سنائیں۔جو سوال کیا جاتا اس کا بھی بخوبی

جواب دیتیں۔ ہاشمی صاحب نے اپنے بھانجے عبدالحق کو اپنے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جو ان کی بہن اسماء کی اولاد ہیں۔ پڑھایا لکھایا، تربیت کی اور کلینک میں اپنے ساتھ کام پر لگا لیا تھا۔ خالہ جان جب 15 سال کی ہوئیں تو نانی امّاں خود عبدالحق صاحب کے لئے شہزادہ بیگم (خالہ جان) کا رشتہ مانگنے اپنے والد صاحب کے ہاں گئیں۔

خالہ جان نے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں پانچویں جماعت تک سکول تھا۔ جب میں نے پانچ جماعتیں پاس کرلیں تو میں آپا جی کے پاس آ گئی اور پائلٹ سکول میں داخلہ لے لیا۔ آپا جی نے بہت محبت سے رکھا۔ ہاشمی صاحب نے اولاد کی طرح محبت دی۔ بھانجے سے شادی کروانے کے بعد بھی اپنے پاس رکھا۔ ہاشمی صاحب جب نانی اماں کو پڑھاتے تو یہ بھی ساتھ ہوتیں۔ انہوں نے بتایا کہ قرآن مجید، صرف ونحو، تجوید، مشکوٰۃ، میں نے اور آپا جی نے ہاشمی صاحب سے پڑھے۔ خالہ جان نے ایک دلچسپ بات بتائی کہ ہاشمی صاحب ترجمہ کرتے ہوئے لفظ 'بدوؤ' کی جگہ 'جٹ جاہل' کا لفظ استعمال کرتے۔ نانی امّاں کی ذات جٹ تھی۔ ایک دن نانی امّاں نے کہا کہ آپ 'جٹ جاہل' کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو میرا دل دکھتا ہے۔ اس پر ہاشمی صاحب نے کہا کہ بی بی آئندہ ایسا نہیں کہوں گا۔

خالہ جی ہاشمی صاحب کو کبھی بھائی جان اور کبھی ماموں جان کہہ کر مخاطب کرتیں کیونکہ ان کے اپنے بہنوئی اور شوہر کی طرف سے ماموں لگتے تھے۔ نانی امّاں نے اپنی بڑی اور پیاری بیٹی فرحت ہاشمی کا دودھ چھڑایا تو یہ پاس تھیں۔ دورانِ گفتگو خالہ جی نے مجھ سے دو دفعہ سوال کیا کہ میں فرحت کو بچپن میں جو کھلاتی پلاتی اور خیال رکھتی تھی، وہ آج وہ دین کا اتنا کام کر رہی ہے تو کیا اس میں میرا حصہ بھی ہوگا؟ یہ سوچ ان کی فکرِ آخرت کا پتا دیتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں فرحت کے لیے فراک بناتی۔ ایک دفعہ میں نے سرخ رنگ کی ستاروں والی فراک بنائی۔ دیکھنے والے کہتے کتنی خوب صورت بچی ہے۔ سنہری بال اور خوب صورت آنکھیں ہیں۔

خالہ جی نے بتایا کہ ہاشمی صاحب مجھے پانچ روپے جیب خرچ کے طور پر دیا کرتے تھے۔ میں

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

نے ان کو جمع کیا اور اپنی شادی کے موقع پر 90 روپے کی دو انگوٹھیاں بنوائیں۔ خالہ جی جب بھی گھر کا کوئی مسئلہ نانی امّاں کو بتاتیں تو ان کی نصیحت یہی ہوتی کہ صبر سے کام لو اس پر بہت اجر ملتا ہے ہمیشہ صبر کے ساتھ معاملہ کرنے کو ہی کہتیں۔

خالہ جی سے سوال کیا کہ نانی امّاں آپ کو کیا نصیحت کرتی تھیں؟ خالہ جی نے جب بہت پیارے انداز میں نصیحت کے الفاظ بتائے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے نانی امّاں خود بول رہی ہیں۔ نانی امّاں ان سے کہا کرتی تھیں کہ کم بولا کرو، صرف کام کی بات کرتے ہیں، فالتو باتیں نہیں کیا کرتے، زیادہ بولنا اچھی بات نہیں۔ خالہ جی نے بتایا کہ آپا جی نے مجھے پیارے نبی ﷺ کی پیاری دعائیں دیں۔ اور ساتھ کہا کہ اس کو پڑھا کرو۔ میں پریشان ہوتی کسی مسئلہ پر تو کہتیں چھوڑو ان باتوں کو ہمارا وقت گزر چکا ہے اب بچوں کی ذمہ داریاں ہیں، وہ جانیں اور ان کا کام جانے تم پریشان نہ ہوا کرو۔ خالہ جی سے پوچھا کہ آپ کو نانی امّاں کی عبادات میں سے کون سی عبادت زیادہ اچھی لگتی تھی؟ تو انھوں نے کہا کہ ان کا کثرت سے روزے رکھنا۔

خالہ جی کے بڑے بیٹے اور بہو کی ایکسیڈنٹ میں اچانک وفات ہوگئی۔ تو نانی امّاں نے صبر کی تلقین کی اور کہا کہ ان کی 4 بچیوں کو پال کر اپنی آخرت بنالو۔ خالہ جی نے بتایا کہ یہی نصیحت مجھے بیٹی فرحت نے بھی کی اور میں نے ان ہی کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ان بچیوں کو پالا بڑا کیا اور اب تین کی شادی کر دی ہے۔ نانی امّاں کے پاس بہن اور بہنوئی آتے تو خود اٹھ کر ان کو ناشتہ بنا کر دیتیں، چائے، دودھ، کھجور جو بھی میسر ہوتا ان کو پیش کرتیں، حلوہ بنا کر دیتیں، اتنی عمر میں بھی اپنے ہاتھوں سے مہمان نوازی کرتیں۔

ماموں جان (احسان الحق) سے فون پر بات ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ آپا جی (نانی اماں) سب بہن بھائیوں کا خیال ایک ماں کی طرح رکھتی تھیں۔ اپنے انہی بھائی کی طبیعت خراب ہونے کا سن کر سرگودھا جانے کا پروگرام بنا ہی رہی تھیں کہ اپنا وقت مقرر آن پہنچا۔

©AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

اولاد

جب بھی کسی بیٹی نے آنا ہوتا تو خاص اہتمام کرتیں، کھانے بناتیں، اتی باجی اور رضا بھائی کی آمد پر فروٹ چاٹ اپنے ہاتھ سے تیار کرتیں۔کبھی حلوہ بنا لیتیں کبھی کچھ بہوؤں سے بنوا لیتیں باہر سے بھی منگوا لیتیں۔اتوار کو بھی صفائی کرواتیں کہ میری چھوٹی بیٹی نے آنا ہے۔استاذہ محترمہ اتی باجی اور رضا بھائی سے بہت زیادہ محبت تھی۔ان سے دلی لگاؤ تھا۔اگر کچھ دن کوئی بیٹی نہ آتی تو کہتیں کہ تسی آئے نہیں او، اینے دن ہو گئے نے (یعنی آپ آئی نہیں، اتنے دن ہو گئے ہیں)۔

بچوں کی پیدائش پر بیٹیوں کا خیال رکھتیں۔دیسی چیزوں کا پہلے سے انتظام کر کے رکھتیں۔ استاذہ کی بیٹی اسماء اور ذکیہ باجی کا بیٹا عمر پیدا ہوئے تو نانی اماں نے گھر میں 25 سے 30 دیسی چوزے گھر میں رکھے ہوئے تھے جن کی یخنی بنا کر دیتیں۔ساجدہ باجی نے بتایا کہ میرے بیٹے کی پیدائش پر جو ایک ڈش بنا کر دیتی تھیں اس کا طریقہ بتاتی ہوں۔

دلیم: دلیہ الگ بھون لیتیں۔تھوڑے لہسن اور تیل میں مرغی بھونتیں۔مرغی میں دلیہ اور کھلا پانی ڈال کر اس میں ہلدی اور نمک ڈال دیتیں۔ایک کدو یا شلجم بھی ڈال دیتیں۔پھر خوب پکنے کے لیے رکھ دیتیں۔وہ دلیہ ہمارا دوپہر یا رات کا کھانا ہوتا تھا۔

صبح دودھ بنا کر دیتیں جس میں بادام پستہ جو پہلے سے پیس کر رکھے ہوتے ڈال دیتیں۔ دودھ دن میں دو مرتبہ ضرور پینا ہوتا تھا۔تھوڑے سے گھی میں الائچی کا تڑکا لگا کر اس میں دودھ ڈال دیتیں۔دو ابال آنے کے بعد اتار لیتیں اور اس میں دیسی انڈا ڈال کر پینے کو دیتیں۔

استاذہ محترمہ جب پی۔ایچ۔ڈی کے لیے گئیں اور اپنی بچیوں کو نانی اماں کے پاس چھوڑا تو بچیوں کا خرچہ بھیجتی تھیں۔نانی امّاں نے پہلے تو انکار کیا پھر دور اندیشی کے تحت پیسے سنبھالنا شروع کر دیئے اور ایک روپیہ بھی اس میں سے خرچ نہ کیا۔جب استاذہ واپس آئیں تو سارے پیسے واپس کر دیئے، ان پیسوں سے استاذہ نے ایف۔8 مرکز میں ایک شاپ خرید لی۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

نانی امّاں بچوں کی پسند کا بھی بہت خیال رکھتیں عارفہ نے بتایا کہ دیسی گھی کا وہ ڈبہ جس میں ہر ہفتے ڈالتیں اسے چیک کرتیں رہتیں کہ جب بچوں میں سے کوئی حلوے کی ڈیمانڈ کرے گا تو گھی ہو گا یا نہیں۔

بطور ساس

بہو اسماء کا کہنا ہے کہ ہماری 'ماں جی' ہماری ساس نہیں بلکہ ہماری ہمدرد، خیر خواہ، بے حد محبت کرنے والی، وضع دار، غمگسار اور بیٹوں کے مقابلے میں ہماری طرف داری کرنے والی تھیں۔ اب ان کے چلے جانے کے بعد یہ احساس شدت اختیار کر گیا ہے کہ ہم ایک سایہ دار شجر کے سایے سے محروم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بہترین مہمانی فرمائے۔ آمین

ماں جی جب ہماری طرف آیا کرتیں تو ان کی صرف یہی فکر ہوا کرتی تھی کہ چھوٹے بچوں کا ناظرہ کہاں تک پہنچا ہے، کیوں اتنے پیچھے رہ گئے ہیں، بڑے بچے روز کتنا قرآن پڑھتے ہیں؟ آیا ان کی نمازوں میں باقاعدگی ہے یا نہیں؟ چھوٹی بچیوں کو پورے بازو کے کپڑے پہناؤ۔ تاکہ بچپن سے ہی انہیں شرم وحیا کی پاسداری کا احساس غالب رہے اور وہ خود بھی زندگی کے آخری ایام تک سختی سے پردے کی پابند رہیں حالانکہ وہ عمر اس حصے میں تھیں جہاں انہیں رخصت حاصل تھی۔ اس لحاظ سے بھی وہ ہمارے لیے بہترین مشعل راہ ہیں۔

بہو طاہرہ کا کہنا ہے کہ ہم نے بطور بہو جو ان سے سیکھا وہ یہ کہ انہوں نے کبھی بھی ہماری ازدواجی زندگی میں مداخلت نہیں کی اور نہ ہی کوئی روک ٹوک کی۔ جو بدقسمتی سے ہمارے معاشرے کی رِیت بن چکا ہے۔ کسی بھی اونچ نیچ میں ہمیشہ اپنے بیٹے کی سرزنش کی جو ہمارے لیے بہت حیران کن ہوتا تھا کہ یہ کیسی خاتون ہیں جو اپنی بہو کو اپنے بیٹے پر ترجیح دیتی ہیں۔ بہوؤں کا کہنا ہے کہ ہمارے گھر والے آتے تو کوئی نہ کوئی تحفہ دے کر بھیجتیں۔ رشتہ داروں میں سے کوئی آجاتا تو خوش ہوتیں۔ سب گھر والوں کا حال پوچھتیں کوئی ان کے ہاں پریشانی ہوتی تو اس پر پریشان ہوتیں۔

© AL HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

شکر اور صبر کی تلقین کرتیں۔ امی جی ایک ایسی ساس تھیں جو بہو کی کسی بھی وجہ کی ناراضگی کو بھانپ لیتی تھیں پھر پریشان رہتیں کوئی اگر خود سے بات نہیں کر رہی تو کسی بہانے سے اپنے پاس بلاتیں اور ناراضگی کی وجوہات پر بات نہ کرتیں بلکہ اس کو بالکل نظر انداز کر کے کسی اور بالکل مختلف موضوع پر بات شروع کر دیتیں تا کہ معاملہ جلد از جلد سلجھ جائے۔ بہو کے خراب موڈ کو بہت جلد محسوس کر لیتیں اور اگلے ہی کچھ لمحوں کے بعد اپنے کمرے سے کچھ نکال کر بہو اور بچوں کے لیے بھجوا دیتیں کہ دل ویسے ہی ٹھنڈا ہو جاتا اللہ تعالیٰ ان کے ہر نیک عمل پر ان کے درجات بلند کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان جیسی ساس اور باعمل مسلمان بننے کی توفیق دے آمین۔

نانی امّاں کی سات بہوئیں ہیں۔ سوچیں ایک فوج بنتی ہے ان کے ساتھ اچھا وقت نبھانا ان کا خیال رکھنا کس قدر کٹھن مرحلہ ہوگا۔ بہوئیں اپنی ساس کی صحبت میں اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس نہیں کرتی تھیں۔ وہ اپنے بہوؤں بیٹوں کو باہم خوش دیکھ کر خوش ہوتی تھیں۔ ان کے پھوہڑ پن پر کبھی واویلا نہ مچاتیں بلکہ بہت محبت سے اصلاح کرتیں اور خوبیوں کو سراہتیں۔ بہوؤں کی کسی بات پر اصلاح کرنی ہوتی تو انتہائی حکیمانہ انداز میں کوئی ایسی بات کہتیں کہ اس کی دل آزاری نہ ہو۔ بہو کے ہاں بچی پیدا ہوئی تو اس عمر میں بھی کرسی پر بیٹھ کر مشکل سے اس کے کپڑے دھو رہی تھیں۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کیوں دھو رہی ہیں تو کہنے لگی کہ وہ میرے دھوتی ہے اب وہ بیمار ہے تو میں دھولوں گی تو کیا فرق پڑے گا۔

ان کے نماز روزے پردے اور اخلاق کی بھی فکر کرتیں۔ ایک روز گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بہو پاس سے گاڑی میں گزری اور سکارف ناک سے ہلکا سا نیچے تھا تو فوراً فکر مند ہو گئیں کہ اس کو پتہ نہیں چل رہا کہ اس کا نقاب ناک سے نیچے ہے۔ ایسی ساس کہاں سے ملے گی جو دنیا کے ساتھ آخرت کی بھی فکر کرے۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم!

بہو ثمینہ کا کہنا ہے کہ اس کی چار بیٹیاں ہیں اور بیٹا نہیں ہے، نانی امّاں نے اسے کبھی محرومی کا

احساس نہیں ہونے دیا اور نہ ہی کبھی خود ایسا سوچا بلکہ ان بچیوں کی تربیت پر زور دیتیں۔اس نے بتایا کہ امی جی میری میکے کی رغبت کو اپنی محبت سے کم کیا کرتیں۔ہم بہنیں اکٹھی ہوتیں تو کہتیں کہ ساری رات صرف باتیں ہی نہ کیا کرو، ذکر بھی کیا کرو۔ بیٹے کو فارغ بیٹھے دیکھتیں تو تسبیح پکڑا دیتیں کہ ذکر کرو۔

بہو عارفہ نے بتایا کہ جب میں شادی ہو کر سرگودھا گئی تھی تو امی جی روز اپنے ہاتھ سے ناشتہ بنا کر کمرے میں بھجواتی تھیں۔امی جی کے ہاتھ کا بنا آملیٹ کا ذائقہ مجھے آج تک یاد ہے انتہائی خستہ ہوتا تھا۔روز صبح دودھ میں بادام اور پستہ ڈال کر مجھے کمرے میں دینے آتیں۔کوئی بہو شاپنگ کے لیے جاتی تو کہتیں جلدی گھر واپس آنا اور بچیوں کو ساتھ لے کر نہ جانے دیتیں۔بچوں کو ڈانٹنے پر ناراض ہوتیں، بہوؤں کو کھانا بنانا سکھاتیں،فون پر لمبی بات کرنے سے روکتیں۔

بچوں کی فکر ہوتی تھی کہ کیا کرتے رہتے ہیں۔وہ بچے ذمہ دار اور اپنے گھر بار والے تھے ان کو باہم جوڑنے کی فکر میں لگی رہتی تھیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

اولاد کی تربیت

تعلیم دینا

اپنے بچوں کو اردو پڑھنا لکھنا خود سکھایا، ڈاکٹر فرحت ہاشمی کو تیسواں پارہ نانی امّاں نے خود یاد کروایا۔ سبق یاد نہ ہونے پر ڈانٹتی بھی تھیں۔ تہجد کے وقت جو اباجی سے سیکھتیں وہ دن میں بچوں کو سکھاتیں۔ ہاشمی صاحب جو سبق بچوں کو دے کر جاتے وہ یاد کرنے کو کہتیں کہ سبق یاد کر لو اباجی نے آ کر سننا ہے۔ بچوں کو یہ بھی سکھاتیں کہ اپنی چیزوں کو ترتیب سے رکھا کریں۔ ہاشمی صاحب کی اور نانی امّاں کی کوشش ہوتی کہ بچے جب بولنے کے قابل ہوں تو کوئی اور بات کرنے کی بجائے کلمہ طیبہ پہلے بولیں۔ ان کی یہ کوشش نہ صرف اپنی اولاد بلکہ اپنے پوتے پوتیوں کے لیے بھی تھی۔

حبیب ہاشمی کی چار بیٹیاں ہیں۔ سب بچیاں جب چھوٹی تھیں تو نانی امّاں انہیں اپنے قریب لٹا لیتیں اور اونچی آواز میں کلمہ دہراتی رہتیں۔ اپنی پوتی امیمہ کے بارے میں فخر سے بتاتی تھیں کہ امیمہ نے بہت چھوٹی عمر میں کلمہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

نصیحت کرنا

محبوب ہاشمی نے بتایا کہ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ امی جی نے کبھی مار کر نصیحت کی ہو۔ پیار اور شفقت ہر ایک کو دیکھتی رہتیں کہ جو بھی کوئی کام کر رہا ہے اگر غلطی کر رہا ہے تو آرام سے بتا دینا۔ جیسے کسی نے پلیٹ میں کھانا چھوڑ دیا تو کہنا کہ اتنا ہی ڈالنا تھا جتنا کھانا تھا۔ پانی کا اسراف کوئی کر رہا ہے تو کہہ دینا کہ پانی کا حساب ہوگا۔ حساب دے لو گے؟ نماز میں کمی دیکھتیں تو طریقے سے کہتیں کہ فلاں نماز زیادہ اچھی پڑھتا ہے۔

امی کو نماز کی بہت فکر ہوتی تھی اولاد میں سے جس سے بھی بات کرتیں ان سے نماز کا ضرور پوچھتیں کہ نماز پڑھتے ہو؟ ترغیب دینے کے لیے بیٹیوں کو خاص طور پر کہتیں کہ دیکھو سردی میں تو

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بہت آسان ہے نماز پڑھنا۔ سورج دیر سے نکلتا ہے۔ پیار سے، ڈانٹ سے ہر طرح نماز کی ترغیب دیتیں۔ بچپن میں امی جی نے کبھی ڈانٹ کر نہیں اٹھایا۔ ابا جی کے مسجد جانے کے بعد امی بار بار کہتی تھیں کہ اٹھ جاؤ نماز کو دیر ہو رہی ہے سورج نکلنے لگا ہے۔

جب بھی کوئی اہم کام کے لیے گھر سے باہر جانے لگا تا تو دروازے تک ساتھ آتیں اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتیں۔

پردہ کی تربیت

ساجدہ باجی نے بتایا کہ استاذہ چادر سر سے پاؤں تک لیتی تھیں۔ کلاس تھری میں ہی برقعہ پہن لیا تھا لیکن میں نے پانچویں تک نہیں پہنا تھا اور امی جی نے کہا کہ اگر آگے پڑھنا ہے تو برقعہ پہننا ہوگا۔ میں نے کہا میں برقعہ نہیں پہنوں گی بے شک نہ پڑھنے دیں۔ دل میں سوچا آخر کہہ دیں گے کہ سکول جا۔ لیکن ایسا ہوا کہ چار سے پانچ دن گزر گئے کسی نے داخلے کا نام تک نہ لیا تو مجھے فکر ہوئی کہ یہاں تو شرط اپنی جگہ برقرار ہے۔ لہذا برقعہ پہن لیا اور سکول میں داخلہ بھی ہو گیا۔

استاذہ نے بتایا کہ بچے دیکھ کر حیران ہوتے کہ اتنی چھوٹی سی بچیوں نے برقعہ پہن رکھا ہے۔ دس سال سے بڑے لڑکے کو گھر کے اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔

قبر سے ڈرانا

بچپن سے ہی قبر سے ڈرایا جاتا تھا جب بھی کوئی غلط کام کرتے یا نماز نہ پڑھتے تو کہتے ''قبر وچ کی ہووے گا''؟ استاذہ محترمہ نے بتایا کہ امی جی روٹیاں پکا رہی تھیں اور میں پاس بیٹھی تھی۔ وہ مجھے عذاب قبر کے بارے میں بتا رہی تھیں۔ عذابِ قبر کے بارے میں سن کر میرا رنگ پیلا پڑا ہوا تھا۔ اتنے میں ماموں جان آ گئے اور بولے کہ بچی کو ایسا کیا بتا رہی ہیں کہ اس کا رنگ اتنا پیلا ہو رہا ہے؟

فضول خرچی سے روکنا

گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ اس بات کی تربیت کی کہ چیزوں کے استعمال میں اسراف سے بچا جائے۔ کہتیں کمرے سے باہر آؤ تو پنکھا اور لائٹ بند کر کے آؤ۔ پانی استعمال کرتے ہوئے روکتیں کہ ٹونٹی زیادہ نہ کھولو۔

بچوں کے بیگ چیک کرنا

بچوں کے بیگ چیک کرتیں۔ چیک کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ سکول سے کوئی ایسی چیز تو نہیں لے آئے جس کو پڑھیں۔ بچیوں کو ناول اور فضول قسم کے ڈائجسٹ پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔

استاذہ کی بیٹیاں

جب استاذہ بچیوں کو والدین کے پاس چھوڑ کر پی ایچ ڈی کرنے لیے گئیں تو مریم زبیر تین سال کی اور اسماء زبیر ایک سال کی تھی۔ اسماء زبیر گود میں تھی۔ اتی باجی نے بتایا اس کی آنکھوں میں اتنی اداسی تھی کہ وہ آج تک نہیں بھولتی۔ نانی اماں بچیوں کو خود نہلاتیں۔ خیال رکھتیں، تربیت کرتیں۔

مریم زبیر نے بتایا کہ مجھے نہیں یاد کہ نانا ابو یا نانی اماں نے کبھی مجھے ڈانٹا ہو۔ شام کو صحن میں سب چارپائیاں بچھائی جاتیں تو پہلے صرف چارپائیاں رکھی جاتیں۔ تیمیہ تک کی چارپائی ہوتی تاکہ بچے رات کو سکون سے الگ الگ سوئیں۔ اور الگ سونے کی عادت بھی پڑے۔ ہم بہنیں چارپائیوں کے گرد گھومتیں اوپر چڑھتے اچھلتے۔ کچھ نہیں کہا جاتا تھا لیکن جب چارپائیوں پر بستر لگا دیئے جاتے تھے تو پھر ان پر اچھلنے کودنے کی اجازت نہ تھی۔ سب بچے بیٹھ جاتے۔ ہر چیز کی حد مقرر تھی کہ کہاں تک کوئی کام کر سکتے ہیں اور کہاں رک جانا ہے۔

ذکیہ ہاشمی کی بیٹیاں

ذکیہ ہاشمی نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے فرح اور عزا کو گرمیوں کی چھٹیوں میں ایک مہینے کے لیے امی ابو کے پاس بھیجا۔ وہ پانچ اور چھ سال کی تھیں۔ ایک مہینے میں امی جی اور ابا جی نے ان

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

بچیوں کو پوری نماز ، بہت سی سورتیں اور دعائیں یاد کروا دیں۔ ابا جی جھولے دینے کے ساتھ ساتھ دعائیں یاد کرواتے۔

اندازتربیت

نانی امّاں کو بچوں کوڈانٹنا بالکل پسند نہیں تھا۔ بچوں کوتنبیہ کرتی تھیں مگران کے ڈانٹنے اور ہمارے ڈانٹنے میں بہت فرق تھا۔ ہم ماں ہوکر بھی بچوں کے ساتھ مقابلہ بازی کر کے ڈانٹنا شروع کر دیتے ہیں مگرامی جی ہم سب سے بڑا ہونے کے باوجود طنزیہ انداز میں نہیں ڈانٹتی تھیں۔

ان کی ڈانٹ میں بھی پیار، خلوص اور خیر خواہی تھی۔ بچوں کے بارے میں ہر لمحہ سوچتیں کہ وہ کیسے ان کے اور خاندان کے بزرگوں کے لیے صدقہ جاریہ بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے بچوں کی امی جی کی توقعات کے مطابق تربیت کر سکیں۔

بچیوں کو پاجامہ یاٹراؤزر نہیں پہننے دیتی تھیں اور ٹائٹس کی تو بالکل اجازت نہیں تھی۔ بچے کو چیز دائیں ہاتھ میں پکڑاتیں اور ہمیں بھی یہی تلقین کرتی تھیں۔

اولاد میں سے سب سے زیادہ پیار اپنی پوتی امیمہ سے تھا۔ ایک دفعہ تیمیہ زبیر پاکستان آئیں اور نانی اماں کو ایک شال دی۔ وہ بہت پیاری تھی۔ تیمیہ زبیر کو فون کر کے پوچھا کہ اگر میں امیمہ کو دے دوں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟ اس نے کہا نہیں نانی اماں میں نے آپ کو دی ہے آپ جس کو دل چاہے دے دیں۔ پوتی کو شال دینے کے بعد اس کی ماں سے کہا اب یہ آپ خود نہ اوڑھ لینا۔ وہ چاہتی تھیں کہ جو چیز امیمہ کو دی ہے وہ وہی استعمال کرے، کوئی دوسرا نہ لے۔

اندازِتربیت رضا ہاشمی کی زبانی

As the youngest child of my mother, I was very close to her. Of the many things she taught me were:

Be thankful to Allah for his blessings all the times

Help those in need especially close relatives whether it is help by financial aid, good advise or emotional support.

Adopt simplicity in life. Although I went to a private school all my

life (which back in 1980s was very unusual) she would not let me indulge in carefree spending.

To take care of my own needs such as basic cooking, cleaning, doing laundry. This helped me tremendously in my professional life as I went to hostel for my medical college. I didn't have the fear of unknown as my mother had polished my skills in those childhood years. This is one major factor how I excelled even during the most stressful time of medical college.

I always found her busy learning something new. She learned basic English words from her granddaughters while she was visiting Karachi while she was 60+ yrs. She proved that one is never old to learn something new.

She overcame so many illnesses in her lifetime with mere will power and extraordinary faith in Allah SWT. I am a witness to two of those conditions at least. Once when she had knee replacement and she developed complications with leg swelling and pain that lasted 6 months. All tests, medical treatments and physical therapy were not helping her. She told me she will pray as hard as she can and guess what within few days all her pain, swelling and suffering went away. Being a doctor I can not explain it otherwise.

3 years ago she had osteoporotic fracture of her spine and found herself in bed for several months. Majority of old folks die during this period of immobility and complications associated with fracture. Not only due to her strong will and faith, she overcame fracture but healed her spine miraculously and started walking again. Finally when I heard her falling before she passed away. She was diagnosed with a massive aortic dissection. Less than 5 percent survive initial hours. She survived 4 days. I think it was partly due to her strong will beside Allah SWT's Rahma that she made it during those days possibly she was waiting to meet all her children before she passed away. May Allah SWT have his mercy on her, forgive her, accept her good deeds and grant her the highest level in Jannah. Amen.

© AL HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

بیوگی کا سفر

ہاشمی صاحب کی وفات 1998 میں ہوئی۔نانی امّاں نے تقریباً بیس سال بیوگی میں گزارے۔ عام طور پر خواتین بیوہ ہونے کے بعد اپنے آپ کو حالات کے حوالے کر دیتی ہیں۔ڈپریشن کا شکار ہو جاتی ہیں۔اپنی قسمت کو کوستی ہیں اور وقت سے پہلے بہت سی بیماریوں کا شکار ہو کر اپنی قیمتی زندگی کو ضائع کر دیتی ہیں۔نانی امّاں نے اس کے برعکس ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو قبول کیا اور زندگی کا مقصد متعین کر کے اپنے وقت کا بہترین استعمال کیا۔اور زیادہ تر وقت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں لگایا۔فرض کے علاوہ نفل روزے، نفل نماز، قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر واذکار کرنے میں لگایا۔ نیز دوسروں کی مدد کرنے میں مصروف ہو گئیں۔

بیوہ ہونے کے کچھ سال بعد مستقل طور پر اسلام آباد منتقل ہو گئیں اور الہدیٰ میں ایک یکسو طالب علم کی طرح قرآن سیکھنے میں وقت صرف کرنے لگیں۔کبھی تعلیم القرآن کورس، کبھی حدیث کورس اور کبھی تعلیم التجوید کورس کی کلاسز میں پڑھتی پائی جاتیں۔کبھی ترجمہ کر رہی ہوتیں اور کسی وقت مخارج کی پریکٹس کر رہی ہوتیں۔حتیٰ کہ تعلیم التجوید ایوننگ کورس میں باقاعدہ داخلہ لے لیا اور یونیفارم پہن کر باقاعدگی سے کلاس میں حاضر ہوتیں۔وہ صبح ساڑھے نو بجے الہدیٰ آتیں اور دو بجے چھٹی کے بعد گھر جاتیں۔بیٹھ کر نہ پڑھ سکتیں تو لیٹ کر ہی سن لیتیں۔جس دن نانی اماں بیمار ہوئیں اس سے ایک دن قبل بھی الہدیٰ آئی ہوئی تھیں۔میں نے دیکھا کہ وہ صحن میں چارپائی پر لیٹی تعلیم القرآن ہال سے آنے والی آواز کو سن رہی تھیں اور سبق کا پارہ کھول رکھا تھا۔علم کا شوق ان کے عمل سے ظاہر ہے۔مہد سے لحد تک علم حاصل کیا۔

دو تین ماہ قبل الہدیٰ میں ایک نئے کورس تدبر القرآن کا جب علم ہوا تو اس کورس میں جا بیٹھیں۔ ہم الہدیٰ ایک ہی گاڑی میں آیا کرتے تھے، گاڑی پہلے مجھے لیتی اور ان کو بعد میں۔جیسے ہی گاڑی ہارن دیتی تیز تیز قدموں کے ساتھ باہر آ جاتیں۔اتنی صبح سویرے تیار ہو کر نکلنا ایک بزرگ کے

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

لیے ممکن نہیں ہوتا۔شوہر سے جو کچھ انہوں نے سیکھا تھا اس کو بھلا دینے کی بجائے اسی مقصد کے ساتھ جینے لگیں۔آخری دن تک اپنے کام خود کرتی رہیں۔ دعا کیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ محتاجی کی زندگی سے بچائے۔اللہ تعالی نے ان کی دعا کو قبول کرلیا۔خود اپنا خیال کروانے کی بجائے ابھی تک اولاد کی ضرورتوں کا خیال رکھتی رہیں۔استاذہ محترمہ جب اسلام آباد میں نہ ہوتیں تو ان کے گھر کا خیال رکھتیں۔کسی غیر متعلقہ شخص کو ان کے گھر کی طرف جانے نہ دیتیں۔

نانی امّاں کی زندگی کو دیکھتے ہوئے ایک خاتون نے کیا خوب مشورہ دیا ہے کہ وہ خواتین جو بہو کے آجانے کے بعد کچن کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتی ہیں وہ بھی اپنی زندگی کو با مقصد بنائیں اور بازاروں میں گھومنے پھرنے اور فون پر فضول گپ شپ میں وقت ضائع کرنے کی بجائے روزانہ کسی نہ کسی کلاس میں حاضر ہوا کریں اور کچھ سیکھیں۔وہ کہتی ہیں نانی امّاں کی زندگی ایسی پر بہار تھی کہ ہر خاتون کو چاہیے کہ ان کی زندگی سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھے۔

نانی اماں کی دن بھر کی روٹین

رات کو جلد سوتیں لیکن مطالعہ کر کے سوتیں۔ساڑھے نو سے دس بجے تک بستر پر لیٹے لیٹے ذکر کرتیں اور کبھی ذکر کرتے کرتے آنکھ بھی لگ جاتی۔رات کو بار بار پیشاب آنے کی وجہ سے نیند پوری نہ ہوتی اس کے باوجود تہجد کے لیے ڈھائی یا تین بجے اٹھتیں۔نوافل میں اپنی منزل والے سپارے سے ہی اکثر سورالبقرۃ اور آل عمران پڑھتیں یا جتنا بھی قرآن یاد ہوتا تلاوت کرتیں۔ اگر نوافل اور نماز فجر کے درمیان کچھ وقت ہوتا تو ذکر اذکار کرتیں۔فجر پڑھنے کے بعد بھی ان کی پوری کوشش ہوتی کہ بیٹھے بیٹھے ذکر کرتی رہوں اور اشراق کے نوافل پڑھ کر ہی اٹھوں۔پیشاب کی تکلیف یا نیند کے غلبے کے باعث کبھی کبھار ایسا نہ بھی کر پاتیں۔ایک حدیث کے مطابق جو شخص نوافل اور اذکار کا عادی ہوتا ہے اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ اذکار نہ کر سکے تو بھی اس کو ان نوافل اور اذکار کا اجر ملتا رہتا ہے جن کا اپنی صحت یا مقیم کی حالت میں عادی تھا۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

اشراق کے بعد بستر پر لیٹ جاتیں اور بیڈ پر رکھی ایک بڑی ٹوکری میں سے دعاؤں کی کتابیں اور کارڈز ایک کے بعد دوسرا نکال کر پڑھنا شروع کر دیتیں۔اس دوران توانائی حاصل کرنے کے لیے کمرے میں رکھے ڈرائی فروٹ، بسکٹ یا فریش فروٹ لے لیتیں۔کبھی دودھ اور ابلا ہوا انڈہ لے لیتیں۔ساڑھے آٹھ یا نو بجے کے قریب اگر جی چاہتا تو پراٹھا یا روٹی بنوا کر ناشتہ کرتیں۔

نو سے ساڑھے نو کے درمیان الہدیٰ آنے کی تیاری کرتیں۔الہدیٰ آ کر تفسیر کی کلاس لینا اور وقفے میں اپنی منزل پڑھنا، استاذہ کے صحن یا ان کے گھر کے لاؤنج میں بیٹھ کر جوس اور ملک شیک یا فروٹ لینا پسند کرتی تھیں۔صحیح البخاری کی کلاس سے پہلے ریسیپشن پر آ کر صدقہ باکس میں کچھ نہ کچھ ضرور ڈالتیں پھر کلاس میں جاتیں۔کلاس کے بعد استاذہ کے گھر آتیں اور وہیں سے گاڑی میں سوار ہو کر سیکٹر جی۔10 میں واقع اپنے گھر جاتیں۔

گھر پہنچ کر امی کو بھوک لگی ہوتی تو اکثر ایسا ہوتا کہ جو کچھ کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوتیں۔ ان ہی میں سے کچھ گرم کر کے کھا لیتیں اور اسپیشل بنوانے کو تردد خیال کرتیں۔کھانا کھا کر تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ کرتیں۔لیٹ کر اٹھتیں تو ان کی خواہش ہوتی کہ کسی نہ کسی کو قرآن کا سبق پڑھا دوں کافی عرصہ ماسی کی بچیاں آتی رہیں، ان کو پڑھا لیتیں یا اپنی پوتی راضیہ کو آخری پارہ حفظ کروانے کے لیے بلا لیتیں۔راضیہ کو آخری پارہ نانی امّاں نے ہی حفظ کروایا تھا۔اس دوران کوئی لسی یا مکھن بنانے کا کام ہوتا تو کر لیتیں اور پھر عصر کا ٹائم ہو جاتا۔عصر کی سنتیں بھی پڑھتی تھیں۔ عصر سے مغرب تک وہی تہجد سے اشراق والی روٹین ہوتی۔یعنی قرآن، منزل، دعاؤں کی کتابیں اور کارڈز پڑھنا وغیرہ۔پھر مغرب کی نماز پڑھتیں، مغرب میں 18 رکعتیں نوافل بھی ادا کرتیں۔ اکثر کھانا ان نوافل کے بعد ہی تناول فرماتیں لیکن اگر کبھی بھوک لگی ہوتی تو درمیان میں کھانا کھا کر پھر نوافل مکمل کر لیتیں۔اس کے بعد اکثر اپنے بیٹے بیٹیوں کو فون کرتیں اور پھر عشاء پڑھتیں عشاء کے بعد گرم دودھ میں شہد یا چینی ڈال کر پیتیں اور سونے سے پہلے ذکر یا مطالعہ کرتے کرتے سو جاتیں۔

زندگی کے آخری ایام کچھ ماہ سے ہفتے کی شام میں درس بھی اٹینڈ کرنے جاتیں نیز استاذہ
کے گھر اپنی پوتیوں کا خیال رکھتیں کیونکہ ثمینہ (بہو) نے تجوید کورس میں ایڈمیشن لیا تھا۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

شام زندگی

بدھ کا دن

نانی امّاں معمول کے مطابق اٹھیں سب کام کیئے۔ الہدیٰ آئیں۔ معمول کے مطابق گھر واپس آئیں، گلی کے اندر پہنچیں تو ایک شخص سیپارے، منزل اور کچھ دینی کتب فروخت کر رہا تھا۔

آخری صدقہ

نانی امّاں کی کوشش ہوتی تھی کہ جو بھی مانگنے آئے وہ خالی ہاتھ نہ جائے۔ نانی امّاں الہدیٰ کی گاڑی میں آئیں اور عارفہ بتول بچوں کے ساتھ دوسری گاڑی میں تھیں۔ عارفہ جب اپنی گلی میں آئیں تو اسی شخص نے عارفہ بتول سے کہا کہ یہ کتابیں لے لیں۔ عارفہ بتول نے دو چھوٹی کتابیں لے کر 100 روپے دیئے تو وہ کہنے لگا کہ یہ کم ہیں۔ دیکھیں ابھی ایک بزرگ خاتون نے مجھے 500 روپے دیئے ہیں اور کتابیں بھی نہیں لیں۔ وہ شخص بہت خوشی سے بتا رہا تھا۔ عارفہ بتول کہتی ہیں مجھے پتہ چل گیا کہ وہ بزرگ خاتون نانی امّاں تھیں۔ میں نے عبداللہ کو بتایا کہ معلوم ہے وہ کون تھیں؟ وہ تمہاری دادو تھیں۔ یہ بدھ کے دن کی بات ہے۔ عصر کے بعد بھی اپنے معمول کے مطابق کام کیئے۔

آخری تعزیت

مغرب کے قریب ثمینہ کے ساتھ کسی کی تعزیت کے لیے گئیں۔ جن کی ہمشیرہ کی وفات ہوئی تھی پردے میں ہی ان سے تعزیت کی۔ کہا بہن بھائی کا رشتہ تو بہت پیارا اور قیمتی رشتہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش کرے اور آپ کو صبر عطا کرے۔ وہاں کافی وقت بیٹھی رہیں اور عشاء کے قریب واپس آئیں۔

نانی امّاں کے بھائی گردوں کی تکلیف میں مبتلا تھے اور ان کا آپریشن متوقع تھا۔ نانی امّاں ان

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

کی بیمار پرسی کے لیے جانا چاہتی تھیں لہذا ثمینہ کے ساتھ مل کر ویک اینڈ پر سرگودھا جانے کا پلان بناتی رہیں اور گاڑی کا انتظام کرنے کے لیے مریم علوی اور ذکیہ ہاشمی سے رابطہ بھی کیا۔اس بات چیت میں رات کے دس بج گئے۔شام کے وقت تعزیت والے گھر میں کچھ تھوڑا بہت چائے کے ساتھ کھالیا تھا اس لیے کھانے کی طلب نہ تھی۔لہذا دودھ میں شہد ملا کر پیا اور سوگئیں۔

آخری ایام

جمعرات کی صبح معمول کے مطابق اٹھیں، تہجد پڑھی، نماز فجر ادا کی اور اشراق کے قریب نسرین (ہیلپر) ناشتہ کا پوچھنے کے لیے آئی تو دیکھا کہ ایک پیالے میں اپنے لیے سیریل اور دودھ ڈال کر ہیٹر کے سامنے رکھا ہوا تھا تاکہ ہلکا گرم ہو جائے اور ساتھ ہی ابلا انڈہ اور دودھ پتی بنانے کا کہا۔جمعرات کی صبح پوتی کو سکول جاتے ہوئے نانی امّاں نے ٹافی بھی دی۔

نسرین نے اوپر جا کر ناشتے کا بتایا اور 15 منٹ میں دونوں چیزیں تیار کر کے بھجوائی گئیں۔بچی جب کمرے میں داخل ہوئی تو نانی اماں کمرے میں گری ہوئی تھیں۔ہلانے جلانے سے ہوش میں آ گئیں۔اور معدے والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ مجھے یہاں شدید درد ہے۔نانی امّاں نے بتایا کہ جب درد محسوس ہوا تو اشراق کی نماز لمبی کر دی کہ اگر آخری وقت آ گیا ہے تو نماز کی حالت میں ہی آئے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ انسان جس حال میں فوت ہوتا ہے اسی میں اٹھایا جائے گا۔نانی امّاں دورانِ نماز ہی درد کی شدت سے گر کر بے ہوش ہو گئیں، گرنے کی وجہ سے چہرہ زخمی ہو گیا۔تین دن ہسپتال میں غنودگی طاری رہی مگر کبھی کبھی ہوش میں بھی آتیں۔خصوصاً نماز کے اوقات میں ہوش میں آ جاتیں۔

ذکیہ ہاشمی نے بتایا کہ وفات سے ایک دن قبل شام کے وقت ہاتھ اٹھائے اور ہم سب کو گلے لگا کر پیار کیا۔ہم یوں سمجھے جیسے الوداعی ملاقات کر رہی ہیں۔ہم سے ان کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی تھی۔کیونکہ موت کی سختیاں برحق ہیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ہسپتال میں زندگی کے آخری ایام

کمیونیکیشن کے اس دور میں نانی امّاں کی بیماری کی خبر جنگل میں آگ کی طرح ہر سو پھیل گئی کہ وہ شفا انٹرنیشنل ہسپتال کے CCU وارڈ میں داخل ہیں۔ سب لوگ ان کی صحت یابی کی دعائیں کرنے لگے اور عیادت کے لیے بھی آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ جب ان کے ہسپتال میں داخل ہونے کی خبر پھیلی تو سب فکر مند ہوئے اور فوراً پہنچنے کی کوشش بھی کی کہ کسی طرح نانی اماں کی تیمار داری میں ہمارا حصہ بھی شامل ہو جائے ان کی چھوٹی بیٹی امتہ الرحمٰن عمرہ پر گئی ہوئی تھیں ابھی مدینہ ہی پہنچی تھیں کہ انہیں یہ خبر مل گئی اور وہ وہیں سے واپس آ گئیں اسی طرح ان کا چھوٹا بیٹا جو امریکہ میں تھا وہ اور باقی بچے جو سرگودھا، لاہور وغیرہ میں تھے پہنچ گئے نواسی تیمیہ کینیڈا سے اور آمنہ سعودی عرب سے پاکستان آ گئیں یہ نانی اماں کے ساتھ سب کی محبت اور پیار تھا۔

اسی شام میں بھی اسپتال گئی۔ نانی امّاں کو دیکھنے کے لیے چند لمحات ہی ملے لیکن دیکھ کر دل کو سکون ملا، انہیں کافی تکلیف تھی کیونکہ ان کی بڑی شریان پھٹ گئی تھی جس میں مریض کا بچنا مشکل ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ عیادت کے لیے آنے والوں سے بات بھی کر لیتیں۔ میں نے خاموشی سے دعائیں پڑھیں، انہیں دم کیا، ہاتھ پکڑ کے ان کی تکلیف کو محسوس کیا اور دعائیں پڑھتے ہوئے واپس آ گئی۔ استاذہ محترمہ ان دنوں لاہور میں کورس کروا رہی تھیں اور شام کے وقت ان کے مختلف جگہوں پر دروس ہوتے تھے، نانی اماں کی بیماری کا سن کر انہوں نے نہایت صبر کے ساتھ اس روز صبح کی کلاس لی اور شام کا پروگرام بھی کیا۔ اسی پروگرام میں اگلے دنوں کے پروگرام ملتوی کرنے کا اعلان کر کے شام کو اسلام آباد کے لیے روانہ ہو گئیں۔ اسپتال میں سب ان کا انتظار کر رہے تھے۔ گھر اور خاندان کے افراد اسپتال میں موجود تھے۔ سب ان کی شفایابی کی دعائیں کر رہے تھے۔

پریشانی کے اس موقعہ پر ہشام الہادی کا استاذہ محترمہ کو پیغام:

Inshallah Allah (swt) will make it easy. We are all here for a short

while. Inshallah if she survives then alhamdulilah. If not then alhamdulilah she is going in the state of Iman with such a high level of modesty. Good woman :)

16 فروری کے دن نانی امّاں کی طبیعت میں کچھ سکون تھا۔ وہ سو رہی تھیں کہ ان کا سب سے چھوٹا بیٹا رضا ہاشمی تشریف لائے تو ایک دم الرٹ ہو گئیں اور ان سے باتیں کرنے لگیں اور ساتھ ساتھ **لا حول ولا قوۃ اِلا بِاللّٰہ** کا ذکر کر رہی تھیں۔

17 فروری کو تکلیف بڑھ گئی تیمیہ زبیر نے بتایا کہ تہجد کے وقت میں نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت کیں تو ایسے لگا کہ وہ ہوش میں آ گئی ہیں، نماز کے لیے ہاتھ اٹھا کر اپنے ہاتھ سینے پر باندھ لیے جیسے نماز ادا کر رہی ہوں۔ پھر فجر کی نماز ان کی نواسی آلاء نے پڑھائی، نانی امّاں ساتھ ساتھ ہونٹ ہلا رہی تھیں۔ ذکیہ ہاشمی نے بتایا کہ امی جان نے سب کو معاف کر دیا اور درخواست کر رہی ہیں کہ آپ سب بھی مجھے معاف کر دیں، میرے دل میں کسی کے لیے کوئی رنجش نہیں ہے۔ اس کیفیت پر تو قرآن مجید کی یہ آیت بے اختیار یاد آتی ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ. [الشعرآء:88]

دل کی اس کیفیت کو پانے کے لیے ہمیں زندگی میں ہی اپنے دلوں کو بغض و کینہ سے پاک کر لینا چاہیے۔ حدیث مبارکہ کے مطابق ایامِ بیض کے روزے دل کے کینے کا علاج ہیں جن روزوں کی پابندی نانی امّاں نے اپنی زندگی کے آخری ایّام تک کی۔

18 فروری بروز اتوار زیادہ وقت غنودگی کی حالت میں گزرا رات بھی ایسے ہی گزری۔ درد میں کمی کے لیے انجکشن لگائے جا رہے تھے۔ 19 فروری کو صبح الہدیٰ جانے سے پہلے میں اور زبیدہ باجی نانی امّاں کو دیکھنے کے لیے ہسپتال پہنچے۔ تھوڑی دیر کے لیے نانی امّاں کو دیکھنے کا موقع ملا۔ چہرے پر تازگی، رنگت نکھری ہوئی اور سرخ وسپید۔ میں نے ہسپتال سے نکلتے ہوئے زبیدہ باجی سے کہا مجھے نانی اماں بیمار نہیں لگتیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں ان کے دل کا بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن ان کے چہرے کی تازگی سے نہیں لگتا تھا کہ بیماری کی اتنی شدت ہے۔ مجھے لگتا ہے نانی امّاں ٹھیک ہو جائیں گی۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

آخری لمحات

نانی امّاں کے دنیا سے رخصت ہونے کے وقت ذکیہ ہاشمی، آمنہ (ذکیہ ہاشمی کی بیٹی) اور ڈاکٹر شاہین مفتی پاس موجود تھیں۔ نانی امّاں کا ہاتھ ڈاکٹر شاہین کے ہاتھ میں تھا۔ زندگی میں بھی ان سے بہت لگاؤ تھا ذکیہ ہاشمی نے پوچھا آپ پانی پینا چاہتی ہیں؟ بولیں ہاں۔ انہوں نے پانی پلایا۔ نانی اماں کا منہ بار بار خشک ہو رہا تھا ان کو آرام کرنے کی غرض سے بائیں کروٹ لٹایا۔ کچھ لمحوں کے بعد نانی امّاں نے دائیں طرف رخ کر کے آنکھیں کھول کر دیکھا گویا کسی آنے والے کو دیکھ رہی ہیں۔ ذکیہ ہاشمی نے دو بار ان کو کلمہ شہادت کہلوایا انہوں نے کلمہ پڑھا پھر ذکیہ ہاشمی نے سورۃ یاسین کی تلاوت لگادی جیسے ہی تلاوت ختم ہوئی تو ان کی روح پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ... اَللّٰھُمَّ اغفِرْلَھَا وَارْحَمْھَا...

وفات کی اطلاع جیسے ہی الہدیٰ پہنچی، تو ہر طرف اداسی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ہر ایک دل گرفتہ تھا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کر رہا تھا اور ہر آنکھ پرنم تھی۔ استاذہ محترمہ نے جنازہ الہدیٰ میں ہی رکھنے کا فیصلہ کیا کیونکہ نانی امّاں کا لگاؤ اور محبت الہدیٰ سے تھی۔ سب ساتھی الہدیٰ میں تھے۔ غسل کے لیے انتظامات ہونے لگے۔ آنے والے مہمانوں کے لیے جگہ بنادی گئی۔ میں نے سب کو ایسے کام کرتے دیکھا جیسے ان سب کی اپنی والدہ یا نانی فوت ہوگئی ہو۔ موت برحق ہے اور ہر ذی روح کو آنی ہے۔ اسی طرح نانی امّاں بھی خالق حقیقی سے جاملیں۔ لیکن ہم سب کو ان کی جدائی کا بہت احساس ہو رہا ہے، مین ہال میں ان کا خالی صوفہ اور TQ-2 ہال میں ان کا خالی پلنگ دیکھ کر دل کے اس احساس میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور دل سے ان کی بخشش کی دعائیں نکلتی ہیں۔

غسل

میت کے الہدیٰ پہنچنے تک غسل کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ ایمبولینس سے اتار کر

سیدھا غسل کی جگہ پر لایا گیا۔الحمدللہ نانی امّاں کو ان کے بیٹوں نے غسل کی جگہ پہنچایا۔ پلاسٹک کی اس چار پائی پر انہیں غسل دیا گیا جس پر بیٹھ کر وہ قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں۔دائیں طرف غسل دینے والوں میں نصرت عباسی اور میں کھڑے تھے جبکہ بائیں طرف ان کی بیٹیاں، نواسیاں اور پوتیاں کھڑی تھیں۔غسل اور تکفین میں ہر کام سنت کے مطابق ہوا الحمدللہ۔استاذہ محترمہ سامنے بیٹھی غسل کے تمام مراحل دیکھ رہی تھیں۔جہاں کوئی کمی نظر آتی فوراً راہ نمائی کرتیں۔بہت مختصر وقت میں غسل دے دیا گیا سب کام کرنے میں بہت آسانی رہی۔وہ جگہ جہاں ان کو غسل دیا گیا وہ جگہ بھی ان کے لیے صدقہ جاریہ تھی، کیونکہ انہوں نے بارہا وہاں طالبات کو نصیحت کی تھی کہ پانی ضائع نہ کریں۔غسل کے بعد ان کے چہرے ایک سکون اور مسکراہٹ تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کی بہترین مہمانی فرمائے۔آمین۔

کفن دینے کے بعد ان کی میت کو اکیڈیمک ایریا میں رکھا گیا۔تقریباً 3:30 بجے کا وقت تھا۔ تمام طالبات اور مہمان خواتین منتظر تھیں کہ نانی اماں کے چہرے کا دیدار کر سکیں۔بہت خاموشی اور منظّم طریقے سے طالبات ایک طرف سے آتیں اور نانی امّاں کا چہرہ دیکھنے کے بعد دوسری طرف سے نکل جاتیں۔تمام لوگوں کے ہاتھوں میں میت کی بخشش کی دعائیں تھیں۔جو وہ نانی امّاں کے لیے مانگ رہے تھے۔استاذہ محترمہ انتہائی صبر کے ساتھ اپنی والدہ کے چہرے کو بار بار دیکھ رہی تھیں۔جیسے اس تصویر کو آنکھوں میں سمو لینا چاہتی ہوں۔باقی بیٹیاں اور خاندان کی دیگر خواتین بھی خاموشی سے میت کے پاس بیٹھی تھیں۔کسی کے رونے کی اونچی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

جنازہ

مغرب کی نماز کے بعد جنازے کا وقت مقرر کیا جا چکا تھا۔جس کا اعلان بروقت کر دیا گیا۔ نانی امّاں کی وفات کی خبر سنتے ہی جوق در جوق مرد و خواتین الہدیٰ میں جمع ہونا شروع ہو گئے

تھے۔مغرب کی نماز کی نماز کے بعد چند منٹ کے وقفے سے جنازہ مسجد میں لایا گیا۔مسجد میں مردوں نے اور اوپر مین ہال میں خواتین نے جنازہ پڑھا۔ہال میں اس قدر خواتین موجود تھیں کہ ان کو کہا گیا کہ جنازے میں چونکہ رکوع و سجود نہیں ہوتے اس لیے قریب قرین صفیں بنالیں۔پورا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔اور لوگ باہر تک کھڑے تھے۔استاذہ محترمہ کے شوہر، محترم ڈاکٹر ادریس زبیر نے نانی امّاں کا جنازہ پڑھایا۔جس درد کے ساتھ محترم سر نے جنازے میں بخشش کی دعائیں مانگیں وہ الفاظ بیان نہیں کرسکتی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی باشعور اولاد عطا کرے جو ایسی محبت سے ماں باپ کا جنازہ پڑھائیں اور اس درد سے ان کی بخشش کی دعائیں مانگیں۔

نمازِ جنازہ سے قبل ڈاکٹر ادریس کے تاثرات

ڈاکٹر ادریس نے بتایا کہ انہوں نے مجھے بیٹے کا مقام دیا۔میری اپنی والدہ کی وفات کے بعد میری زبان سے امی کا لفظ گم ہو گیا تھا۔تو ان کی وفات کے بعد اگر میری زبان پر کوئی لفظ سجا ہے امی کہنے کے لیے تو انہی کے لیے سجا ہے۔بہت صالحہ اور نیک خاتون تھیں۔میں اکثر و بیشتر ان کو دیکھا کرتا تھا۔یا تو مصلیٰ پر بیٹھی نماز پڑھ رہی ہوتیں یا قرآن مجید پڑھ رہی ہوتی تھیں۔میری خواہش ہوتی کہ یہ مجھ سے بات کریں مگر وہ مصلیٰ پر کھڑی ہوتی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت صبر، حوصلہ اور تقوی عطا کیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا بدلہ نیک اولاد کی صورت میں دیا۔جو صدقہ جاریہ انہوں نے اپنی اولاد کی صورت میں چھوڑا ہے امید ہے اللہ تعالیٰ ضرور ان کے درجات بلند فرمائے گا۔ان شآءاللہ۔

قبر

نانی امّاں کی قبر ایچ۔الیون اسلام آباد قبرستان میں بنائی گئی اور ان کے بیٹوں اور محرم رشتہ دار مردوں نے انہیں قبر میں اتارا۔دوسرے دن جو لوگ قبر پر دعا کرنے کے لیے گئے تو انہوں نے بتایا کہ نانی اماں کی قبر بھی ان کے قدوقامت کی طرح بارعب، اونچی اور دوسری قبروں سے بڑی

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

لگ رہی تھی۔ قبر کے ایک طرف پہلے سے درخت لگا ہوا تھا جس کی چھاؤں قبر پر آ رہی تھی۔ سنت کے مطابق قبر کو اوپر سے بھی کچا رکھا گیا ہے اور مٹی کے ساتھ لیپ کی گئی ہے۔

مثل ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا — نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے — سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آمین

H-11 کا قبرستان الہدیٰ کے بالکل ساتھ ہی ہے جہاں نانی امّاں کو دفن کیا گیا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے نانی امّاں الہدیٰ کے پڑوس میں آ گئی ہیں۔ ایک روز استاذہ ان کو یاد کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں کہ امی جی G-10 سے الہدیٰ کے نزدیک H-11 میں آ گئی ہیں۔ یہاں وہ ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ الہدیٰ سے اور علم سے محبت تھی تو ان سے فاصلہ بھی کم ہو گیا ہے۔

وفات کے بعد تین دن

جن کو علم سے محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے حصے میں ایسی سعادتیں لکھ دیتا ہے جیسی نانی امّاں کے حصے میں آئیں۔ جس دن وفات ہوئی اسی دن استاذہ محترمہ نے چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانا تھا تو استاذہ محترمہ نے معمول سے ہٹ کر صبح کے وقت تقریباً دس تا گیارہ بجے صحیح البخاری کی کلاس لے لی۔ ایسا شاید ہی کبھی ہوا ہو کہ استاذہ نے اپنی کلاس کا وقت تبدیل کیا ہو۔ کلاس لینے کے بعد جب وہ ہسپتال پہنچیں تو نانی امّاں کی وفات ہو چکی تھی۔ نانی امّاں کی وفات کے اگلے دن بھی بخاری کی کلاس معمول کے مطابق ہوئی جس میں نانی امّاں کی بیٹیوں، بہوؤں، نواسیوں اور فیملی کی خواتین نے ان کی اچھی باتوں اور خوبیوں کو سب کے ساتھ شیئر کیا۔ اتنے غم میں استاذہ کے لیے وفات کے دن اور اگلے دن کلاس لینا بہت مشکل تھا لیکن جن کو اللہ تعالیٰ سے خصوصی لگاؤ ہو انہیں اللہ صبر دے ہی دیتا ہے۔

استاذہ محترمہ کے گھر کے سے منسلک ہال میں مہمانوں کو بٹھانے کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ پرانی

طالبات اور دیگر خواتین کو جب جب اطلاع ملی انہوں نے الہدیٰ کا رخ کیا، بوڑھا ہو یا جوان ہر کوئی ملنے آ رہا تھا، الہدیٰ کے پرانے ساتھیوں کو چونکہ ہر کوئی نہیں پہچانتا تھا اس لیے فرحانہ اویس نے مجھے بھیجا کہ مہمانوں سے جا کر ملوں اور ہال میں بٹھاؤں ۔ کئی لوگوں سے میری ملاقات 15 اور 20 سال بعد ہو رہی تھی ۔ کچھ دیر بعد نانی امّاں کی بہوویں اور بیٹیاں بھی پہنچ گئیں اور نانی امّاں کی یادیں آنے والی خواتین سے شیئر کی ۔ یہ سلسلہ تین دن جاری رہا خواتین کلاس میں آتیں اور تعزیت کر کے چلی جاتیں ۔

کل ایک عجیب منظر دیکھا....

صبر و حوصلہ کو ایک مضبوط چٹان کی صورت دیکھا

رب کی رضا میں دل سے راضی ایک خاندان دیکھا

آنھوں میں نمی سی اور دل میں اطمینان دیکھا

اپنے نبی کی سنت پر چلتے با کمال دیکھا

الحمدللہ لبوں پر اور رب کے کتنے پاس دیکھا؟

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

وراثت کی تقسیم

نانی امّاں کے پاس کوئی ایسی بھاری مالیت کی جیولری یا جائیداد نہ تھی ۔ جیولری دو بالیاں اور ایک کڑا تھا جو انہوں نے پہن رکھا ہوتا تھا ۔ باقی گھر کا کچھ سامان تھا جو کہ بہت مختصر تھا ۔ قرآن مجید کے حکم کے مطابق وراثت کو تقسیم کیا گیا یہاں تک کہ جو اشیا قابل تقسیم نہ تھیں ان کو فروخت کر کے رقم اولاد میں تقسیم ہوئی ۔ شریعت کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ [النساء:11] بیٹے کو پورا اور بیٹی کو آدھا حصہ دیا گیا ۔

اوصاف

باحیا

جب سے پردہ کرنا شروع کیا زندگی کے آخری ایام تک اس کی پابندی کی۔نانی امّاں جب سرگودھا میں تھیں تو صبح بچوں کوسکول بھیج کر برقعہ پہن کر چہل قدمی کے لیے قریبی پارک میں جایا کرتی تھیں۔زندگی کے آخری دن تک گاؤن سکارف پہن کر گھر سے نکلتی رہیں۔اپنے چہرے سے نقاب سرکنے نہیں دیتیں۔آخری بار جب بیمار ہوئیں تو اسٹریچر پر لیٹے ہوئے بار بار اپنا چہرہ ڈھانپ رہی تھیں۔ہسپتال میں بھی جب تک ہمت رہی پردہ کی فکر جاری رہی۔

ہشام (نواسہ) نے نانی امّاں سے کہا آپ کی عمر اتنی زیادہ ہو چکی ہے پھر بھی آپ پردہ کیوں کرتی ہیں؟ گاؤن پہننا چھوڑ دیں اب آپ کے لیے چادر ہی کافی ہے،تو حیرت سے اس کی بات سنتی رہیں اور کہنے لگیں، میں کیوں چھوڑوں میں تو مرتے دم تک پردہ کرتی رہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات پوری کردی۔عمل کے سچے لوگوں کے عزائم یونہی ہوا کرتے ہیں۔

کہیں کسی خاتون کو ننگے سر دیکھ لیتیں تو بے اختیار آنکھیں بند کرلیتیں اور کہتیں مسلمانوں کا پتہ نہیں کیا بنے گا۔پھر استغفر اللہ کا ورد کرنے لگتیں۔آج کل کے مختصر لباس کو بہت ناپسند کرتی تھیں۔خصوصاً لڑکیوں کا تنگ اور آدھی آستینوں والا لباس بہت برا لگتا تھا۔لڑکیوں کا مردوں سے بے مقصد گفتگو کرنا بالکل بھی پسند نہیں تھا۔

گھر میں اپنی پوتیوں کی تربیت میں حیا کو ترجیح دیتیں گیٹ پر گھنٹی بجتی تو بچیوں کو گیٹ پر نہ جانے دیتیں۔گیٹ کھلا نہ رہنے دیتیں۔بچیوں کے بارے میں ان کی سوچ ایسی تھی کہ یہ بہت قیمتی چیز ہیں اوران کی حفاظت خاص طور پر کرنی ہے۔

موت کے قریب اور مرض الموت میں نیکیوں کی توفیق مل جانا زندگی کی کتاب کا خلاصہ ہوتا ہے۔ غسل دینے والوں میں میں بھی شامل تھی۔اللہ تعالیٰ کا صد شکر کہ اس نے یہ سعادت میرے حصے

میں لکھی۔ سر کی طرف سے میں نے آغاز کیا اور بال کھولنے کے لیے جب چادر اتاری تو سر پر وہ سفید رومال جو وہ سکارف کے نیچے پہنا کرتی تھیں دیکھ کر حیا کا مفہوم سمجھ میں آ گیا کہ سکارف سر پر ٹک جائے اور بال نظر نہ آئیں۔ ان کا یہ عمل وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ کے مصداق تھا۔ فکر آخرت ہو تو دوسروں کے نیک اعمال دیکھ کر بندہ اپنا جائزہ لیتا رہتا ہے۔ رومال اتارتے ہوئے نجانے میں نے اپنی کتنی کوتاہیوں کا اعتراف کر لیا دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے کتنے وعدے کر لیے کہ بس اب مزید ایسی کوتاہی نہیں کروں گی۔ سوچا بعد میں گھر والوں سے تصدیق کروں گی کہ نانی اماں کو جب ہسپتال لے کر گئے تھے تو کیا انہوں نے برقعہ پہنا ہوا تھا؟

ابھی پوچھنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ بہو کی وٹس ایپ گروپ میں تحریر آ گئی کہ جب لے کر جانے لگے تو نانی اماں نے برقعہ پہنا اور راستے میں بار بار اپنا سکارف ٹھیک کر رہی تھیں۔ ساتھ درد کا سمندر اور وہ بھی دل میں!!

علم دوست طبیعت

امی جی کو اپنی تجوید اچھی کرنے کا شوق آخری ایام تک رہا کمر کی تکلیف اور بڑھاپے کے باوجود شام میں تجوید کورس میں ایڈمیشن لیا اس شوق سے تجوید گروپ کے پیغامات گھر والوں سے نکلوا کر سننا، الہدیٰ جا کر کسی اچھی لائق سٹاف ممبر ڈھونڈ کر اسائنمنٹ حل کروانا، خود سوالوں کے جواب دیتیں اور سٹاف ممبر لکھ لیتیں، لکھنے والے کی لکھائی چیک کرتیں کہ میری اسائنمنٹ گندی تو نہیں لکھی۔ اس کورس کا دورانیہ لمبا تھا مکمل تو نہ کر سکیں مگر جتنا کیا بھرپور طریقے سے کیا۔ شام کی تجوید کلاس میں کبھی لیٹ ہو جاتیں تو ساتھی طالبہ کو کہتیں جلدی سے سبق کھول کے دو اور ساتھ ساتھ بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیتیں پھر قواعد بھی دہراتیں۔ ان کے اس شوق اور جذبے نے کئی خواتین کو تجوید کورس کرنے پر ابھارا۔

تعلیم القران کورس میں ایک خاتون طالبہ جو قدرے بڑی عمر کی تھیں۔ نانی اماں ان سے

پوچھتیں کیا آپ لکھ لیتی ہیں؟ آپ کو یاد ہو جاتا ہے؟ پیپر دے لیتی ہیں؟ وہ یہ سارے سوالات اس فکر میں کرتیں کہ میں کہاں کہاں دوسروں سے پیچھے رہ رہی ہوں اور کتنی محنت مزید کروں۔ کیونکہ کچھ عرصہ سے کمر کی تکلیف شدید ہوگئی تھی اور بیٹھ کر پڑھنا مشکل ہو گیا تھا تو نانی اماں کے لیے کلاس روم کے ایک کونے میں ایک سنگل بیڈ لگا دیا گیا تھا تاکہ لیٹ کر کلاس لے سکیں۔ میں کلاس کا راؤنڈ لیتے ہوئے پاس سے گزرتی تو کلاس میں جو کمی انہیں محسوس ہوتی فوراً مختصر جملہ میں بتا دیتیں۔

نانی اماں جہاں ہر لمحہ ذکر میں مشغول رہتیں وہاں مطالعہ کا شوق بھی رکھتی تھیں اور کچھ نہ کچھ پڑھتی رہتیں، انہیں اس بات کے انتظار میں کم ہی دیکھا کہ کوئی ان کے پاس بیٹھا رہے یا بیٹھ کر باتیں کرے بلکہ رات کو بے وقت آنے پر بیٹوں کو بھی بلا جھجک منع کر دیتیں کہ اس وقت نہ آیا کرو میرے صبح کے نوافل متاثر ہوتے ہیں۔ عارفہ بتول کہتی ہیں امی جی کے پاس بیٹھنے کے لیے سوچنا پڑتا تھا کیونکہ جب ان کے پاس جاتے تو وہ قرآن مجید پڑھ رہی ہوتیں یا دعاؤں کی کتاب پڑھ رہی ہوتیں۔ اگر ہماری وجہ سے وہ اپنا ذکر چھوڑتیں تو ہمیں شرمندگی محسوس ہوتی۔

☆ نانی اماں کی بیماری میں تیمیہ نے بتایا کہ نانی اماں جب کینیڈا گئیں تو قرآن کی کلاس میں آ کر بیٹھ جایا کرتیں میں نے کہا نانی اماں آپ کو سمجھ تو آتی نہیں پھر اتنی دیر کلاس میں کیوں بیٹھی رہتی ہیں اور تھک بھی جاتی ہیں تو کہنے لگیں نہ سمجھ آئے کوئی بات نہیں۔ ہے تو قرآن کی کلاس برکت اور رحمت کا حصّہ تو ملے گا۔ میں یہی سوچ کر آتی ہوں کہ قرآن کی کلاس ہے اجر تو ملے گا۔

سرگودھا میں تعلیمی و تبلیغی سرگرمیاں

ازدواجی زندگی کے آغاز سے ہی محترم شوہر نے انہیں قرآن مجید ترجمہ سے پڑھانا شروع کیا تو پہلی بیٹی کی پیدائش سے آٹھ دن پہلے قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ مکمل ہوا۔ پھر ہاشمی صاحب نے انہیں مشکوۃ پڑھانا شروع کر دی۔ صبح جب استاذہ کی آنکھ کھلتی تو والد صاحب امی جی کو مشکوۃ

پڑھاتے ہوئے پاتیں۔

نانی امّاں اپنی نند بی بی جان کے ساتھ مل کر گھر کے سارے کام جلدی سے ختم کر کے آس پڑوس میں تبلیغ بھی کرتیں۔ ہاشمی صاحب کے جماعت اسلامی میں ہونے کی وجہ سے الیکشن کے دنوں میں ووٹ دینے کی ترغیب دینے بھی جاتیں۔ جب جماعت اسلامی کا تبلیغی اجتماع ہوتا تو اس میں نانی امّاں درس بھی دیا کرتی تھیں۔ اس کا طریقہ ہاشمی صاحب نے ان کو سکھایا تھا۔ جب سے اسلام آباد رہائش پذیر ہوئی تھیں تب سے الھدیٰ آ کر قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کے سماع کو باقاعدہ معمول بنا لیا تھا۔ جو زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا۔ اپنے ساتھ ساتھ معاشرے میں بھی علم پھیلانے کی خواہاں تھیں۔

سکھانے سے سیکھنے تک

سرگودھا کی بات ہے ابا جی کے پاس آنے والی خواتین نانی امّاں کو بھی ملنے آتیں تو دین کی باتیں پوچھتیں ساجدہ ہاشمی نے بتایا کہ مجھے یاد ہے ایک عورت امی جی کے پاس دور گاؤں سے آتی تھی، ایک دن کہنے لگی کہ بی بی میں نے سنا ہے کہ جو حصہ پردے میں نہیں ہوگا وہ آگ میں جلے گا۔ میں پاس کھیلتی ہوئی سن رہی تھی۔ وہ بات میرے دل میں ایسی بیٹھی کہ اس کے بعد میں نے خوشی سے پردہ قبول کیا۔ پہلے وہ اپنے بچوں کو سکھاتی رہیں۔ لیکن آخری عمر میں وہ بچوں سے سیکھتی تھیں۔ ساجدہ ہاشمی سے پوچھا کرتیں کہ آج کل صبح کتنے بجے اٹھتی ہو۔ صبح اور کیا پڑھتی ہو؟ جب دیکھتیں کسی نے لمبا سجدہ کیا ہے تو پوچھتیں کہ سجدے میں کیا پڑھا ہے؟

استاذہ کے سامنے کلاس میں بہت فرماں بردار طالب علم کی طرح بیٹھ کر سنتی تھیں۔ علم کے شوق میں کلاس کی طرف تیز تیز آیا کرتیں اور ان کی کوشش ہوتی کہ کوئی کلاس مس نہ ہو۔ الھدیٰ سے قرآن کلاس میں جو پڑھ کر جاتیں، گھر جا کر بچوں سے شیئر کرتیں۔ سرگودھا میں جب تک قیام رہا نانی امّاں کے گھر میں کلاس ہوتی تھی۔ استاذہ محترمہ کی بڑی بہن رضیہ قرآن کی کلاس لیا کرتی

تھیں۔

الھدیٰ کی ایک ساتھی کا کہنا ہے جب استاذہ محترمہ لاہور میں عقیدۃ الواسطیہ پڑھا رہی تھیں تو کچھ سٹاف ممبرز اسلام آباد سے بھی اس کلاس کے لیے گئے تھے جن میں سے ایک میں بھی تھی۔ اس سفر کی خوبصورت بات یہ تھی کہ نانی امّاں ہماری ہمسفر تھیں۔ راستے بھر ہم سب اپنا سبق دہرا رہے تھے اور ایک دوسرے کو سنا رہے تھے۔ میرے لیے حیرانگی کی بات تھی کہ ان کو پڑھائی جانے والی عربی کتاب کا ترجمہ یاد تھا۔ وہ بھی ہمارے ساتھ سنا رہی تھیں اور اس سے زیادہ یہ کہ اپنی کتاب پر انہوں نے الفاظ کے نیچے بہت اچھے سے ترجمہ بھی لکھا ہوا تھا۔ استاذہ پڑھاتے ہوئے ترجمہ تیزی سے کیا کرتی تھیں اس لیے لکھنا آسان نہ تھا لیکن انہوں نے لکھا اور یاد بھی کیا اور ہمارے ساتھ بہت اچھے سے شیئر بھی کیا۔ الحمداللہ راستے بھر کوئی تھکن کے آثار ان کے چہرے پر نہ تھے بلکہ شاید ہم سب سے زیادہ فریش تھیں۔ ہم نے ایک ساتھ نماز پڑھی اور چائے پی۔ میں نے ان کو بہت ہی باہمت اور مضبوط خاتون پایا۔ خوبصورت لوگوں کی یادیں بھی خوبصورت ہوا کرتی ہیں۔

اسماء زبیر نے بتایا جب انہوں نے یہ حدیث پڑھی کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب جو شخص آئے گا وہ جنتی ہے...''۔ تو وہ حدیث مجھے بھی سنائی کہ کتنی اہم بات ہے کہ اتنی سی بات پر بندہ جنت میں جائے گا۔ کہنے لگیں اچھا ہے کہ بندہ معاف ہی کر دے کیا کرنا ہے دل میں رکھ کر؟

باادب

بات ادب سے کرتی تھیں اچھی بات سیکھتیں تو خوش ہوتی تھیں اللہ مینوں وی ایسا بنائے۔ ہر ایک کو تم کہنے کی بجائے ''آپ'' یا ''تسی'' کہہ کر مخاطب کرتیں۔ استاذہ کو کبھی تم نہیں کہتی تھیں، بلکہ تُسی کہتیں اور اکثر باجی ہی کہہ لیتی تھیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

میں اور نانی امّاں گھر جانے کے لیے کبھی گاڑی کی طرف اکٹھے جاتے تو ہاتھ میں اگر شاپر ہوتا اور میں کہتی کہ مجھے پکڑا دیں تو کہتیں ''نئ، تو انوں نئ پکڑانا''۔ مجھے بڑی تشویش ہوتی تھی کہ کسی اور کو پکڑا دیتی ہیں مجھے کیوں نہیں پکڑاتیں، پھر ایک دن مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مجھے اپنا ٹیچر سمجھ کر ادب کرتی ہیں۔ کیونکہ ان دنوں وہ میرے کورس میں آ کر بیٹھا کرتی تھیں۔ سبحان اللہ۔

خالہ جی نے کہا جب میں چھوٹی تھی تو تم کہہ لیتی تھیں لیکن بعد میں جب بڑی ہوئی تو ہمیشہ 'تسی' کہہ کر بلاتی تھیں۔ بچوں نے بتایا کہ والد صاحب بھی امی کا نام نہیں لیتے تھے اور امی جی بھی والد صاحب کا نام نہیں لیتی تھیں۔

ناراضگی کا انداز

کچھ ناگوار لگتا تو خاموش ہو جاتیں۔ دل میں نہیں رکھتی تھیں۔ دوسروں کو بھی کہتی تھیں معاف کر دیا کرو۔ کبھی غصہ آجاتا تو بھی دعائیہ کلمات ہی منہ سے نکالتیں جیسے تیرا بیڑا اتر جائے، تیرا ککھ نہ جائے، کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا۔ کسی ایسے شخص پر غصہ آتا جس کا ادب ملحوظ ہوتا تو رو دیتیں مگر زبان سے کچھ نہ کہتیں۔

وقت کا استعمال

نانی امّاں وقت کا بہترین استعمال کرتیں ان کی بیٹیوں سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے امی کے مختلف اوصاف پر بات کرتے ہوئے بتایا کہ امی ابو کبھی فارغ بیٹھ کر باتیں نہیں کرتے تھے۔ پڑھنا، کام کرنا یہی سب گھر میں دیکھا۔ خاص طور پر امی کو کبھی فارغ بیٹھے نہیں دیکھا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ دور دراز سے آنے والی خواتین ابو کے کلینک سے فارغ ہو کر امی جی کو ملنے کے لیے گھر آجاتیں۔ جب وہ باتیں کرتیں تو امی جی اپنا کام چھوڑ کر نہ بیٹھ جاتیں بلکہ کام کرتے کرتے ان کی بات سنتیں اور جواب بھی دیتیں اور آنے والوں کو محسوس بھی نہ ہوتا اور وہ اپنا کام مکمل بھی کر لیتی تھیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

نفیس طبیعت

نانی امّاں طہارت کا خصوصی اہتمام کیا کرتی تھیں۔ ہمیشہ پاک صاف لباس پہنتیں۔ چھوٹا بچہ اٹھاتیں اور اگر وہ پیشاب کر دیتا تو اپنا جسم دھونے میں سستی نہ کرتیں۔ استاذہ محترمہ نے بتایا کہ امی جی کے زمانے میں ڈائپر نہیں ہوتے تھے جب کوئی بچہ پیشاب کر دیتا تو واش روم میں جا کر اپنے کپڑے اور اپنی ٹانگیں دھوتیں۔ میں ان کو کئی مرتبہ دیکھتی کہ وہ خود کو دھو رہی ہوتی تھیں۔

بلند حوصلہ

ایمان کی اتنی طاقت تھی کہ اتنے سخت ہارٹ اٹیک کے باوجود با ہوش وحواس تھیں۔ انھوں نے کوئی جملہ ایسا نہیں بولا جس میں مایوسی ہو کہ میں ختم ہو جاؤں گی۔ درد کی اتنی شدت کے باوجود وہ سب سے بات کر رہی تھیں، اپنے لیے دیسی علاج بھی خود بتا رہی تھیں کہ ہاتھوں پاؤں میں تیل لگائیں۔

جب بیٹا شدید بیمار ہوا تو پریشانی کے باوجود حوصلے میں رہتی تھیں اور بہو کو بھی حوصلہ دیتی تھیں کہ اللہ خیر کرے گا۔ ایک مرتبہ استاذہ محترمہ بیمار ہوئیں تو مریم زبیر نے کہا نانی امّاں ماما کے لیے دعا کریں تو ماں ہونے کے ناطے ایک دم پریشان تو ہوئیں لیکن پھر بہت دیر تک دعائیں کرتی رہیں امی جی نے بارہ سال ابو کی خدمت کی۔ اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتیں تھیں۔ نانی امّاں ابا جی کے آخری وقت میں سر کی طرف کھڑے ہو کر سورۃ یٰس آ پڑھ رہی تھیں بچے پاس کھڑے تھے، وفات ہوگئی۔ بچوں کو حوصلہ دیا اور خود بھی ہمت اور حوصلہ کے ساتھ سارے مراحل کو نبھایا۔ تدفین کے بعد رات جب بستر پر لیٹنے لگتیں تو اٹھ کر بیٹھ جاتیں ابا جی کی جدائی میں بے چین بھی تھیں۔

صابر

ختم نبوت کی تحریک کے دوران جب ابا جان کو جیل میں بند کر دیا گیا تو نانی امّاں نے ہمت نہیں ہاری حالانکہ بچے اس وقت چھوٹے تھے ان کی چھوٹی بڑی بہت سی ضروریات تھیں۔ ان کا

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ہر طرح سے خیال رکھا سکول چھوڑ نا اور لینا، گھر واپس آنے پر پڑھانا۔ ابا جی کو بھی جیل میں ایسا پریشانی والا کوئی پیغام نہ بھیجتیں جس سے ان کی پریشانی میں اضافہ ہو۔

بڑی بات ہوتی یا چھوٹی، اپنی ذات سے باہر ہوتی یا اندر ہر کسی نے انہیں انتہائی صابر خاتون کے روپ میں پایا، ایک ساتھی طالبہ نے بتایا کہ میں ان کے صبر سے بہت متاثر ہوں ایک دفعہ جمعہ کی نماز کی بعد ہال سے جاتے ہوئے ان کے پاؤں کا انگوٹھا کسی چیز سے اچانک ٹکرا گیا جس کا درد ان کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا لیکن وہ اسی طرح صبر سے چلتی رہیں، کسی سے شکایت نہیں کی، نہ راستے میں بیٹھ کر سہلایا، نہ کسی پر غصہ ہوئیں نہ ہی زبان سے کوئی ہائے ہائے نکلا۔ بلکہ تسبیح کرتے ہوئے چلی گئیں۔

صلہ رحمی

اپنے اقربا کا خصوصی خیال رکھتیں۔ ان کے مسائل سے پوری طرح آگاہ ہوتیں۔ جب بھی کسی رشتہ دار کو مشکل پیش آتی تو استاذہ صاحبہ کے سب بہن بھائیوں کو جمع کرتیں اور کہتیں کہ دیکھو ہمارے فلاں رشتہ دار کو مشکل درپیش ہے تو سب مل کر اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ پھر کسی غریب بچے کی فیس جمع کروا دیتیں۔ کسی کا آپریشن ہوتا تو مالی تعاون کرتیں۔ نانی اماں کی بہو مریم علوی کا کہنا ہے کہ نانی امّاں کی فکریں بس یہی تھیں کہ میں کسی کو کیسے نفع دے سکتی ہوں۔ ہم سے انھوں نے کبھی کوئی توقع نہیں رکھی۔ ہم سب کی پسند ناپسند کا خیال رکھتیں لیکن کسی سے توقع نہ رکھتی تھیں۔

تعلیم القرآن کورس میں ان کی رشتہ دار ایک بچی بھی پڑھتی تھی اس کا خصوصی خیال رکھتیں۔ اس کے رزلٹ کے بارے سٹاف سے رپورٹ لیتیں۔ چیک شدہ پیپرز خود دیکھتیں۔ فون کر کے رشتہ داروں کی خیریت معلوم کرتی رہتیں۔ استاذہ محترمہ کا کہنا ہے کہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے میں اپنے سب بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کو فون نہ کر سکتی۔ تو امی جان کو فون کر کے سب کے حال

AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

احوال سے آگاہ ہو جاتی۔ کیونکہ ان کے پاس سب کی خیریت کی خبر ہوتی تھی۔

میں نانی امّاں کی رشتہ دار تو نہیں ہوں لیکن اپنی ایک نسبت کو اکثر دہراتیں، مجھے کہتیں کہ میری نانی وڑائچ تھیں اور آپ بھی وڑائچ ہو اسی نسبت سے مجھے اپنی قربت کا احساس دیتیں اور مجھے ان کا ہر بار بتانا پہلی دفعہ کی طرح خوشی دیتا کہ نانی اماں مجھ سے تعلق کا اظہار کرتی ہیں۔ایسی شخصیت کم ہی ملتی ہے جو اتنی سی نسبت کو بھی عزت دے۔

وفات سے قبل سوموار کے دن بارش تھی تو الہدیٰ نہیں گئیں کہ بارش میں بار بار واش روم جانا مشکل ہوتا ہے تو کہنے لگیں آج سارے رشتہ داروں سے فون پر بات کرتی ہوں۔شاید کچھ افراد سے یہ ان کی آخری گفتگو تھی۔

خیر خواہ

نانی امّاں کے پاس ایک عورت کافی عرصہ سے صفائی اور کپڑے دھونے کا کام کرتی تھی اس کا بہت خیال رکھتی تھیں وقتاً فوقتاً اس کی ماہانہ تنخواہ کے علاوہ بھی مدد کرتیں اسی عورت کی دو بیٹیوں کو بڑی ذمہ داری کے ساتھ ناظرہ قرآن پاک پڑھاتیں اس کی یہ بچیاں سکول نہیں جاتیں تھیں تو اس پر تڑپ اٹھتیں کہ ان کو سکول داخل کروانے کے لئے خود داخلہ فارم منگوا رکھے تھے جواب ان کے کمرے سے ملے ہیں ان بچیوں کے ب فارم کی وجہ سے داخلہ نہیں ہو سکتا تھا تو ان کی والدہ کو کرایہ دے کر ان کے گاؤں بھیجا کہ جا کر ان کے کاغذات پورے کر کے لاؤ۔مگر اس عورت کی کچھ گھریلو وجوہات کے باعث یہ کام نہ ہو سکا تو نانی اماں کو بہت دکھ ہوا اور کافی عرصہ اس کا ذکر کرتیں رہیں، نانی امّاں تعلیم کی اہمیت کو جاننے والی اور علم دوست تھیں، اللہ رب العزت ان کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔

سرگودھا میں نانی امّاں کے پاس ایک بانو نامی ملازمہ نے کئی سال کام کیا اب اس کی عمر زیادہ ہو گئی تھی نانی امّاں جب اسلام آباد منتقل ہوئیں تو اس خاتون کو باقاعدہ پیسے اور ضرورت کی چیزیں

AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بطور امداد بھیجتی رہتی تھیں جب وہ لاہور اپنی بیٹی کے پاس منتقل ہوگئی تو پھر یہ رابطہ منقطع ہوگیا۔

قدرت سے محبت

نیچر سے محبت اور غور وفکر کرنے والی طبعیت تھی، درختوں اور پودوں پر غور کرتیں کہ یہ کون سا درخت ہے؟ کون سا پودا ہے؟ پھل دار درختوں کو زیادہ پسند کرتیں، لان میں پودے لگانا پسند تھا۔ گھر کے پچھلے صحن میں پودے خود بھی لا کر لگائے۔ اکثر کھڑکی میں کھڑے ہو کر انہیں دیکھتیں پھر بہو سے کہتیں جا کر دیکھو لیموں پر پھل لگا ہے؟ مالٹے کا موسم آتا تو کہتیں جاؤ دیکھو مالٹے لگے ہیں؟ پھر آ کر مجھے بتاؤ۔ مالی کو بھی ہدایات دیتیں۔ کہ کون سے پودے کو کہاں لگانا ہے پھر پودوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتیں۔ لان میں پودے لگانے کا موسم آتا تو کچھ نہ کچھ نیا لگانے کی خواہش کا اظہار کرتیں۔ کچھ دن پہلے الھدیٰ میں لگنے والی سیل سے امرود کا پودا خرید کر گھر کے صحن میں لگایا، تو مجھے یہ آیت یاد آ گئی ہے۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ [آل عمرٰن:191]

اور وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بے فائدہ نہیں بنایا، پاک ہے تو پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔

کام کی عادت

اسماء زبیر نے بتایا کہ میں بچپن میں نانی امّاں کو دیکھا کرتی تھی ان کی عادت تھی کہ اگر ملازمہ کسی کام میں مصروف ہوتی تو انتظار نہ کرتیں اور اپنے کام خود کر لیتی تھیں۔

عارفہ بتول کہتی ہیں کہ امی جی کے ساتھ کچن میں کافی دفعہ کھڑے ہو کر حلوہ بنوانے میں مدد کی۔ امی جی گھی اور سوجی کڑاہی میں ڈال کر بھوننے کے لیے چولھے پر چڑھا دیتیں اور کہتیں ذرا دھیان رکھنا میری کوشش ہوتی کہ امی جی اب دوبارہ کچن میں نہ آئیں بس بتاتی رہیں میں

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

حلوہ تیار کرلوں گی۔مگر امی جی کی تسلی نہ ہوتی اور وقفے وقفے سے کچن میں آ جاتیں۔

زندگی کے آخری ایام تک اپنے چھوٹے چھوٹے کپڑے خود دھو لیتی تھیں۔جب بیمار ہو کر ہسپتال گئیں تو آخری باران کے ہاتھ سے دھلے ہوئے کپڑے جو رسی پر لٹکے تھے بہو نے آ کر اتارے۔کسی پر بوجھ بننا پسند نہیں تھا۔جو کام خود کر سکتی تھیں وہ دوسروں کو نہیں کہتی تھیں۔انہیں اچھا لگتا تھا کہ کوئی پاؤں دبائے ان پر لوشن لگائے، لیکن کبھی کسی سے کہتی نہ تھیں۔کوئی کر دیتا تو بہت خوش ہوتیں۔

ایسا بہت کم ہوا ہے کہ نانی اماں نے ایک وقت میں ایک کام کیا ہو بلکہ ایک وقت میں دو تین کام کر لیتیں۔مثلاً: سالن بھی چڑھایا ہوا ہے، کپڑے دھونے کی مشین بھی لگا رکھی ہے وغیرہ۔

غذا میں سادگی

سادہ مگر ذائقہ والا کھانا پسند کرتیں، میٹھے کی شوقین تھیں کھانے میں گڑ اور شکر والی چیزیں بہت پسند کرتی تھیں۔اولاد کو بھی شروع سے ہی خالص اور تازہ غذا کھلائی اور خود بھی یہی پسند کرتی تھیں۔چاول ہمیشہ تازہ دم، فوری اترے ہوئے پسند کرتیں، بہت ذائقہ دار کھانا بناتی تھیں۔آلو گوشت، مولی اور آلو کے پراٹھے بہت پسند کرتی تھیں۔

نانی اماں اپنے بچوں کو صبح صبح اٹھ کر تازہ کھانا بنا کر دیتی تھیں۔چھوٹی چھوٹی تازہ روٹیاں بناتیں اور مکھن رکھ کر بچوں کو دیتیں۔سوچیں جس خاتون کے 12 بچے ہوں اور وہ ان کو تازہ کھانا دے یہ کمال نہیں تو اور کیا ہے۔آج کل خواتین ایک سے دوسرے بچے پر پریشان اور بے حال نظر آتی ہیں۔بچوں کی تعداد کے ساتھ فریج کا استعمال اور سائز بڑھ جاتا ہے اور بچوں کو فریج کا فریز کھانا کھلایا جاتا ہے۔اس میں کیا غذائیت ہو گی؟ اور بچوں کی صحت کیسی ہو گی؟ وہ کیسے قوی مؤمن بنیں گے اور کیسے دین کا کام کریں گے؟ کھانا جب سامنے آتا تو کسی چیز سے منہ نہیں موڑتی تھیں۔زیادہ نہ بھی لینا ہوتا تو صرف چکھ ہی لیتیں۔کھانے میں نقص نہ نکالتیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ایک طالبہ نے بتایا کہ ہوسٹل میں رہنے کی وجہ سے انہیں کئی بار کھانا دینے کا موقع ملا انہوں نے کبھی کھانے میں کوئی نقص نہ نکالا اور نہ ہی کبھی کوئی شکوہ کیا۔

خوش لباس

پہننے اوڑھنے میں خوش لباس تھیں۔ اچھے رنگ پسند کرتیں، بچوں میں سے کوئی کپڑوں کا تحفہ دیتا تو خوش ہوتیں۔ وفات کے بعد ان کے خوب صورت لباس دیکھ کر ان کا اندازہ ہوا۔

خوددار طبعیت

حق ہونے کے باوجود بچوں سے کبھی پیسے نہیں مانگتی تھیں۔ بچے خود دیتے تو رکھ لیتیں اور عید پر سب کو عیدی دیتیں۔ کسی کی شادی پر جاتیں تو وہاں خود بھی سلامی یا تحفہ ضرور دیتیں۔ اور کبھی یہ نہ سوچتیں کہ بچوں نے جو دے دیا ہے تو اب میں نہیں دیتی۔

متوازن چال

گھٹنوں میں تکلیف کے باوجود اپنے آپ کو سیدھا رکھ کر چلنے کی کوشش کرتیں۔ اکثر کہتیں کہ میں سیدھا ٹرن دی کوشش تے کر دی آں پر لگدا اے فیروی صحیح نہیں۔ ان کی چال کے بارے میں ایک بات جو میں نے مشاہدہ کی کہ وہ سیدھی قامت کے ساتھ چلتی تھیں مگر کندھے کبھی اکڑے ہوئے نہ ہوتے ان میں ایک جھکاؤ ہوتا۔ انہیں ایسے چلتے دیکھ کر بے اختیار یہ آیت یاد آ جاتی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا... [الفرقان:63]

مہمان نواز

نانی امّاں کی بیٹی کے داماد نے خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا نانی امّاں میں محبت بے حد تھی میری کچھ برس قبل ہی ان سے ملاقات ہوئی جب بھی جاتا کچن سے میٹھا پانی خود بنا کے لا کر دیتیں اور ایک دفعہ تو سوجی کا حلوہ مجھے خود بنا کے کھلایا۔ مہمان نوازی ان کی بیٹیوں اور نواسیوں نے انہی سے سیکھی۔

مریم زبیر نے بتایا کہ ہماری شادی ہوئی تو سرگودھا بلایا۔خود کھانے بنائے، اپنے میکے گاؤں چک 107 لے کر گئیں، باغات دکھائے اور سیر کرائی۔

بے نیازی

نانی امّاں نے نہ کبھی خود ذکر کیا اور نہ کبھی گھر میں اس بات کا تذکرہ ہوتا کہ فلاں کے پاس اتنا سونا ہے یا اس کی اتنی چوڑیاں ہیں یا بچیوں کے حوالے سے فکرمندی کی کہ ان کا زیور بنانا ہے۔ محلے میں عام طور پر عورتیں سہیلیاں بناتیں، مل کر باتیں کرتیں، گپ شپ ہوتی، بازار چلی جاتیں مگر نانی اماں ان سرگرمیوں میں حصہ لینے کی بجائے اپنے کام کرتیں اور پھر بیٹھ کر پڑھتی رہتیں۔ وقت بالکل ضائع نہ کرتیں اور نہ ہی ایسی چیزوں میں دلچسپی لیتیں کہ جس سے وقت ضائع ہو۔امی ابو دونوں اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہمارے خیال تھا کہ میاں بیوی کا تعلق بس ایسا ہی ہوتا ہے۔ان کی باتیں صبح پڑھتے پڑھاتے قرآن کی تفسیر پر ہی ہوتی تھیں۔

ملنسار طبیعت

ہر ملنے والے کے سلام کا مسکرا کر جواب دیتیں۔طالبات اور ٹیچرز ان سے ہاتھ ملاتیں تو یہ رک جاتیں اور کبھی تنگ نہ پڑتیں۔کبھی ان کا حال پوچھتیں کبھی وہ ان کو اپنے مسائل اور پریشانیاں بھی بتا دیتیں۔ جب استاذہ اور ان کو کلاس میں اکٹھے دیکھتی تو میں اکثر سوچتی کہ استاذہ محترمہ کے لیے ان کی والدہ کی موجودگی کتنے سکون، اطمینان اور برکت کا ذریعہ ہے! نانی امّاں سے ہمارا ایک قلبی اور روحانی تعلق تھا جو ہمیشہ رہے گا۔ان شاءاللہ۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

امور خانہ داری

کفایت شعاری

گائے کے دودھ سے اترنے والی بالائی کو جمع کرتیں جب برتن بھر جاتا تو اس کو جاگ لگا تیں، مکھن نکالتیں، مکھن سے دیسی گھی بناتیں، گرمیوں میں لسی کو استعمال کر لیتیں اور سردیوں میں ایک بوتل میں ڈال کر الہدیٰ لے آتیں سٹاف میں سے کسی کو دے دیتیں اور کہتیں کڑھی بنا لیں۔

دیسی گھی والا ڈبہ وقتاً فوقتاً چیک کرتی رہتیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حلوہ بنانا پڑے اور دیسی گھی نہ ہو۔

کبھی ایک روٹی کا ٹکڑا تک باہر نہ پھینکا۔ روٹیاں پکانے کے ساتھ ساتھ بچوں کو کھلاتی جاتی تھیں تو اتنا زیادہ بچتا ہی نہیں تھا۔ اگر بچ جاتا تو اسے دھوپ میں سکھاتی تھیں اور ایک ڈبہ رکھا ہوا تھا اس میں محفوظ کر لیتیں۔ کبھی بھینسوں کے آگے ڈال دیتیں کبھی دودھ والے کو دے دیتیں۔ گیلی روٹی کو ڈبہ میں نہیں ڈالتی تھیں کہ خراب ہو جائے گی۔ ہر چیز کو ری سائیکلنگ کر لیا کرتی تھیں۔ اللہ کا شکر بہت ادا کیا کرتی تھیں۔

سلیقہ شعاری

ملازمہ نے صبح آنا ہوتا تھا لیکن پھر بھی گندے برتن رات کو اکٹھا کر کے نہ رکھتی تھیں بلکہ انہیں دھو کر اور کچن صاف کر کے سوتیں۔ کچن کی صفائی کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔ استاذہ کہتی ہیں میری امی کے ہر کام میں سلیقہ ہوتا تھا۔

سردیوں میں نمک اور نیم گرم پانی ڈال کر میں آٹا بھگو دیتیں اور ساتھ کوئی اور کام کر لیتیں جیسے لہسن، پیاز اور ادرک وغیرہ بنا لینا اور پھر آٹا گوندھتی تھیں۔

گرمیوں میں آٹا بھگو کر رکھتیں اور جب گوندھنے لگتیں تو پھر اس میں نمک ڈالتیں۔ آٹا کافی دیر تک گوندھتی رہتیں، کہا کرتی تھیں کہ آٹا ٹھیک طرح نہ گوندھا ہو تو روٹی پیٹ میں درد کرتی ہے۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

روٹی بنانے کا طریقہ

روٹی اس حساب سے پکاتیں کہ ایک روٹی توے پر ہوتی اور ایک روٹی بیلنے پر تیار ہوتی۔ درمیان میں وقفہ بالکل نہ آتا کہ توا جل رہا ہو یا دھواں نکل رہا ہو۔

حلوہ بنانے کا طریقہ

نانی امّاں کے ہاتھ کا بنا ہوا حلوہ سارے خاندان میں بہت پسند کیا جاتا تھا۔سب سے پہلے ہلکی آنچ پر بہت دھیان سے سوجی بھون لیتیں۔کھوئے کو چیک کرتیں کہ کھوئے کی کوالٹی کیسی ہے۔اچھا ہوتا تو مطمئن ہو جاتیں کہ حلوہ صحیح بنے گا ورنہ کہتیں ''کھویا کسے کم دا نئی میدہ رلا کے دے چھڈ یا نیں'' کھویا نرم کر کے سوجی میں ملاتیں اور خوب ہلانے کا کہتیں ،سوجی اور کھویا بھوننے کے ساتھ ساتھ دوسرے چولھے پر شیرا چڑھا دیتیں۔الائچی بھی شیرے میں ڈال دیتیں کہتیں کہ اس طرح خوشبو چنگی آندی اے رس وی چنگا نکل آندا اے۔سوجی مکمل تیار ہو جاتی تو شیرے کو سوجی میں ڈالنے کا مرحلہ آتا جو خاصا مشکل ہوتا شیرا ڈالتے ہوئے اس کے گرنے کا ڈر ہوتا اور ساتھ ساتھ سوجی میں چمچ بھی ہلانا ہوتا۔کبھی مجھے کہتیں تم شیرا ڈالو میں چمچ ہلاتی ہوں اور کبھی خود شیرا ڈالتیں اور مجھے چمچ ہلانے کا کہتیں ،حلوے کی تیاری تک گہرا جائزہ لیتیں کہ زیادہ گاڑا یا زیادہ پتلا تو نہیں ہو گیا۔آخری مرحلہ میں بادام اخروٹ وغیرہ پیس کر ڈالتیں اور ساتھ ہی کہتیں کہ اے چنگے تے ہوندے نیں پر حلوے دا رنگ خراب ہو جاندا اے۔اس لیے کبھی نٹس ڈالتیں اور کبھی نہ ڈالتیں ، تیار ہونے پر کڑاہی پر صاف کپڑے سے کچھ دیر دم دیتیں تاکہ حلوہ پانی نہ چھوڑے اور دم دے کر پاس ہی کھڑی رہتیں تاکہ زیادہ دیر گزرنے سے سخت نہ ہو جائے ورنہ ڈِش میں اچھا نہیں لگے گا۔ڈِش میں بھی چمچ سے نہیں ڈالنا بلکہ کڑاہی اٹھا کر ڈش میں انڈیلنا ہے۔ ڈِش کو دونوں ہاتھوں سے ہلانا تاکہ لیول برابر ہو جائے اور ہمیشہ اوپر پسا ناریل چھڑکنا اور پلاسٹک لگا کر اپنے پیاروں کے لیے محفوظ کر دینا اور کڑاہی میں باقی بچے حلوے پر بچوں کی نظر کو بھانپ لینا اور اوپر نیچے دونوں گھروں میں تقسیم کر کے کڑاہی خالی کر دینا۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

کپڑے دھونے کا طریقہ

گرمیوں میں پہلے پانی میں سوڈا ڈال کر کچھ دیر تک کپڑوں کو دھوتیں تاکہ میل اور پسینہ نکل جائے اس کے بعد ان کپڑوں کو ڈٹرجنٹ اور صابن سے دھوتیں جس سے کپڑے صاف ستھرے، سفید اور اجلے ہو جاتے۔ ساجدہ باجی نے بتایا کہ سکول میں ہمارا یونیفارم سب سے زیادہ سفید ہوتا تھا۔ کپڑے دھونے کا صابن بھی خود بناتی تھیں۔

کپڑے دھوپ میں ڈالنے کا طریقہ

اس بات کا خاص خیال رکھتیں کہ کپڑوں کے کالر اور شلواروں کے نیفے دھوپ کی طرف ہوں، کپڑوں کو الٹی پلٹتی رہتیں کہ زیادہ دھوپ لگنے سے کپڑوں کا رنگ خراب نہ ہو اور کپڑے جلد خشک ہو جائیں۔ رنگ دار کپڑوں کو تاروں سے جلد اتار کر چھاؤں میں ڈال دیتیں۔ رات سے پہلے سارے کپڑے تہہ کر کے الماریوں میں رکھ دیتیں۔

بستر لگانے اور اٹھانے کا طریقہ

شام کے وقت سب کی چارپائیاں صحن میں ترتیب سے لگاتیں، بستر بچھاتیں اور صبح کے وقت سب چارپائیاں اور بستر اٹھاتیں۔ چارپائیاں ترتیب سے کھڑی کرتیں اور سب بستر تہہ کر کے ایک جگہ بہت قرینے سے رکھتیں۔ کہا کرتیں جو کام بھی کرو ترتیب سے اور صاف ستھرا کرو۔

گھر کی اشیا کا انتخاب

گھر کی چیزوں کے انتخاب میں آرام، راحت اور سہولت کو ترجیح دیتیں۔ خوبصورتی کو زیادہ نہ دیکھتیں۔ یہ نہیں کہ ضرور بیڈ اور صوفہ ہی ہوں بلکہ چارپائیاں بھی ہوں تو آرام دہ ہوں۔ گھر میں سہولت کے لیے اور وقت کی بچت کے لیے سب لوگوں سے پہلے مشینیں آتیں۔

گھر کی کسی چیز یا برتن کے ٹوٹنے پر

کوئی کپ یا برتن ٹوٹ جاتا تو کوئی جملہ کہہ دیتیں کہ نیا پیالہ کٹوری توڑ دی ہے اور بس۔ پھر

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بار بار ذکر نہ کرتیں اور نہ ہی اس بات کا غم کرتیں۔ دنیا کی چیزوں سے بے رغبتی تھی۔ استعمال کرتیں، پسند کرتیں لیکن دل میں نہ بساتیں۔ جس چیز سے محبت تھی یا جو کسی پیارے نے دی ہوتی اور وہ ٹوٹ جاتی یا مل نہ رہی ہوتی تو بے چین ہو جاتیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

عبادات

توحید

نانی اماں کے توحید کے متعلق عقائد بڑے مضبوط اور واضح تھے۔العقیدۃ الواسطیہ کی کلاسز بھی لیتی رہیں،اس کی کتاب بھی اپنے پاس رکھی ہوتی۔ بدعات اور توہمات سے بہت زیادہ بچنے والی تھیں۔ایسے سارے کاموں سے دور رہتیں جن میں شرک یا بدعت کا شائبہ بھی ہوتا۔محلے سے کسی ایسے موقع کی کوئی کھانے کی چیز آتی تو نہ کھاتیں۔اس بات سے بہت ڈرتی تھیں کہ کہیں غلطی سے کسی بدعت کی تائید نہ ہو جائے۔

نماز

نمازوں میں تاخیر نہ ہونے دیتیں اپنے چھوٹے بچوں کو کبھی نماز میں تاخیر کا بہانہ نہ بننے دیا۔

نانی اماں کی شادی ہوئی تو استاذہ صاحبہ کے والد نے کہا جس دن آپ نماز نہیں پڑھیں گی میں اس روز آپ کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا نہیں کھاؤں گا۔لہٰذا والدہ صاحبہ نے تب سے نماز پابندی سے پڑھنا شروع کر دی۔جس کی پابندی زندگی کے آخری دن تک جاری رہی۔

ڈاکٹر نگہت ہاشمی کہتی ہیں میری والدہ نماز سے بہت محبت کرنے والی تھیں۔زندگی کے آخری ایاّم میں بھی بستر پر نماز ادا کرتی رہیں۔شعور کی عمر سے پانچوں نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں۔

جمعہ کا اہتمام

نانی اماں جمعہ کے روز خصوصی اہتمام سے غسل کرتیں۔دھلا ہوا اور اچھا لباس،گاؤن سکارف پہنتیں،خوشبو کا اہتمام کرتیں،سرمہ لگاتیں۔نماز جمعہ ادا کرنے بر وقت الہدیٰ تشریف لاتیں۔ ہمیشہ دائیں طرف صف میں بیٹھ کر خطبہ سنتیں،پہلی اذان سے لے کر آخر تک ہال میں رہتیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

جمعہ کو بیٹیوں کو فون کر کے پوچھتیں کہ آج جمعہ پڑھنے آ رہی ہیں؟ ان کی خواہش ہوتی کہ بیٹیاں جمعہ پڑھنے آئیں گی تو ان سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔

سنتوں کا اہتمام

نانی امّاں عصر کی نماز کی سنتیں بڑی پابندی سے ادا کرتی تھیں۔ایک بار اپنی چھوٹی بیٹی امۃ الرحمٰن کے ہاں نماز عصر ادا کی تو ان کے داماد جہانزیب نے نوٹ کیا کہ نانی امّاں کی نماز باقیوں سے لمبی ہوتی ہے نماز کے بعد انہوں نے نانی امّاں سے پوچھا تو وہ جہانزیب کے قریب بیٹھ گئیں اور بڑی محبت سے عصر کی سنتوں کی اہمیت وفضیلت بتانے لگیں۔ ہر نیک عمل کی اہمیت ایسے سمجھاتیں کہ سننے والا عمل کرنے لگ جائے۔اللہ تعالیٰ نانی امّاں کو اپنے ہاں بلند مقام عطا فرمائے۔آمین

نوافل

نوافل میں تہجد اور اشراق کے نوافل زندگی کے آخری دن تک پابندی سے ادا کئے۔ڈاکٹر ادریس زبیر کہتے ہیں کہ میں نے انہیں گیارہ بجے نماز چاشت مسلسل پڑھتے دیکھا حتی کہ وہ فوت ہو گئیں مغرب کی نماز کے ساتھ بھی اٹھارہ رکعات ادا کرتی تھیں۔

رمضان کی تیاری

نانی امّاں کی عادت تھی کہ شعبان کے آخری دنوں میں سب الماریاں اور فریج صاف کرتیں اور کھانے پینے کی چیزیں، خاص طور پر اپنے ہاتھ سے بنے ہوئے دیسی گھی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اوپر نیچے دونوں بہوؤں کو بھیج دیتیں۔اگر گھی زیادہ ہوتا تو باقی بیٹیوں میں سے بھی کسی نہ کسی کو دے دیتیں۔خاص طور پر ضیا بھائی، اتی باجی اور محبوب بھائی کو ضرور دیتیں۔

فرض روزے

وفات تک ہمیشہ فرض روزوں کا اہتمام کیا۔چاند نظر آتے ہی چہرے پر اتنی خوشی ہوتی کہ ایسا خوش ان کو کبھی نہیں دیکھتے تھے۔روزہ رکھنے کے لیے سحری کا خصوصی اہتمام کرتیں اور افطار کے

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

وقت کثرت سے دعائیں کرتیں۔اپنے معمول کے سارے کام کرتیں اور روزے کو بالکل بوجھ نہ سمجھتیں اور نہ ہی محسوس کرواتیں۔رمضان میں اپنی معمول کی عبادات میں اضافہ کر دیتیں۔

نفلی روزے

شوال،محرم، ذوالحجہ کے روزے پابندی سے رکھتیں۔اس کے علاوہ پیر، جمعرات اور ایام بیض کے مسنون روزوں کا اہتمام کرتیں۔اپنی بیماری سے کچھ دن پہلے ایام بیض کی کنفرمیشن سے ایک دن پہلے روزہ رکھ لیا۔الحمدللہ جو بھی عبادات زندگی میں انہوں نے شروع کیں وہ زندگی کے آخری دن تک جاری رہیں۔

نفلی روزوں میں سحری خود بنا لیتی تھیں کسی کو پتا ہی نہیں چلنے دیتی تھیں۔روٹی نہ پکا سکتیں تو ڈبل روٹی کھا کر روزہ رکھ لیتیں۔

ساجدہ باجی کی ساس امی کی وفات ہوئی تو نانی امّاں ایام بیض کے روزے رکھ رہی تھیں۔سارا دن بیٹھے رہنا لوگ آس پاس کھا پی رہے ہوتے لیکن ان کو پرواہ بھی نہیں ہوتی تھی۔کہتیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تعلیم القرآن-2 کورس کا باقاعدہ حصہ ہوتی تھیں۔ان کے گروپ کی ون ڈش پارٹی تھی، اتفاق سے وہ جمعرات کا دن تھا، اپنی گروپ فیلوز کا ساتھ دینے کے لیے سیڑھیاں اتر کر نیچے کیفے میں گئیں اور کہا میں نے کچھ نہیں کھانا کیونکہ میرا روزہ ہے میں آپ کا ساتھ دینے نیچے آئی ہوں۔

تراویح کا اہتمام

رمضان کا چاند نظر آتے ہی تراویح کی فکر لگ جاتی۔بار بار بہو کو تراویح پر جانے کے لیے گاڑی کا انتظام کرنے کا کہتیں اور جب تک انتظام ہو نہ جاتا بے چین رہتیں۔تراویح میں پہنچنے کی جلدی ہوتی۔ایک دن کسی وجہ سے دیر ہو گئی تو راستے میں کئی بار ڈرائیور سے کہا کہ تیز چلاؤ نماز چلی جائے گی۔قیام اللیل کے نوافل کھڑے ہو کر ادا کرتیں اور جب ان کو بیٹھنے کا کہا جاتا تو اس کو

نظر انداز کر دیتیں۔ایک باران کو زبردستی بیٹھنے کا کہا گیا تو انہوں نے فجر تک کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور نہیں بیٹھیں۔

ایک خاتون نے کہا کہ نانی امّاں میرے ساتھ کھڑے ہو کر تراویح پڑھ رہی تھیں ان کو دیکھ کر مجھے شرمندگی ہوئی کہ عمر میں بڑی ہونے کے باوجود کھڑی ہو کر پڑھ رہی ہیں اور میں چھوٹی سی صحت کی خرابی پر بیٹھ جاتی ہوں۔

اعتکاف کے دنوں میں خاموشی سے آخری صف میں آ کر بیٹھ جاتیں۔ان کی عاجزی اور انکساری مثالی تھی۔ہر کوئی ان سے محبت کرتا تھا اور ان کے ساتھ کھڑا ہونا چاہتا تھا۔

مَنۡ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفۡسِهٖ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ [الجاثية:15]

''جو نیکی کرے گا تو وہ اپنی ذات کے لیے اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال اسی پر ہے پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے''۔

عید

عید کے دن صبح تیار ہو جاتیں اور گھر کے باقی افراد کو بھی جلدی تیار ہونے کو کہتیں۔گھر والے ان کے کہنے پر جلدی کر رہے ہوتے تھے۔زندگی کی آخری عیدالاضحیٰ کا حال بتاتے ہوئے ایک سٹاف ممبر کہتی ہیں۔نانی امّاں نے آف وائٹ لباس پہن رکھا تھا۔دونوں ہاتھوں پر مہندی لگا رکھی تھی۔لباس کے ہم رنگ دوپٹہ ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔اس میں بھی ہم سب کے لئے بہت بڑا سبق ہے کہ دینی مواقع کو کس طرح منایا جاتا ہے۔نانی امّاں عیدی آخری روزے کو دیتی تھیں۔ عید کے دن کسی ایک بہن بھائی کے گھر سب اکٹھے ہوتے تھے۔نانی امّاں سب کو جوڑنے والی مرکزی شخصیت ہوتی تھیں۔اللہ تعالیٰ ان کے بعد بھی سب کا اتفاق برقرار رکھے۔آمین!

زکوۃ

ذاتی طور پر نانی امّاں کے پاس اتنی مالیت نہ تھی کہ اس پر زکوۃ فرض ہوتی۔البتہ بچے ان کو اپنی

زکوۃ دیتے کہ مناسب جگہوں پر تقسیم کردیں۔ رشتہ داروں میں جو زکوۃ کے مستحق ہوتے ان تک پہنچاتیں، الہدیٰ کے اندر مستحق لوگوں کو بھی دیتیں۔ یہ ہر سال ان کا معمول تھا۔

صدقہ وخیرات

ہر روز صدقہ کرتیں صحیح البخاری کی کلاس میں صدقہ کے بارے میں پڑھنے پر مختلف انداز میں صدقہ کرتیں کسی کو بکری لے کر دی تو کسی کو گائے اپنے ساتھ دوسروں کو بھی صدقہ کرنے کی ترغیب دیتیں

TQ 2 کورس میں فوڈ سٹال کے لیے اپنے ہاتھ سے مزیدار حلوہ بنا کر لائیں اور کہا اس کی قیمت صحیح لگانا میں نے بہت محنت سے بنایا ہے، اس میں بہت بادام ڈالے ہیں۔

گاڑی میں آتے جاتے کبھی دین کی تو کبھی دنیا کی بات ہو جاتی۔ شروع میں، میں دیکھا کرتی کہ نانی امّاں کے ہاتھوں میں دو کڑے ہوتے تھے۔ ایک دن میں نے پوچھا نانی وہ کہاں گئے۔ جواب دیا الہدیٰ کی تعمیر میں ڈال دیے ہیں اور جو کڑا پہنا ہوا تھا اس کے بارے میں خود ہی بتایا کہ فلاں بچے نے بنوا کر دیا ہے۔ 2014 کی بات ہے کہ تعلیم القرآن۔2 کورس بیچ 14 کے آخر میں طالبات نے جانے سے پہلے الھدی کو پروجیکٹر گفٹ کرنے کا پروگرام بنایا تو تین ہزار روپے پرس سے نکال کر مجھے دیے کہ میری طرف سے بھی ڈال دینا۔ وہ پروجیکٹر مین ہال میں دائیں طرف لگا ہوا ہے۔

صدقہ کی آیات آتیں تو عمل کی ترغیب دلانے کے لیے اسی دن طالبات کو کلاس میں لگے صدقات والے ڈبے میں کچھ ڈالنے کو کہا جاتا تو ایک دم چوکنا ہو جاتیں پرس میں سے پیسے نکال کر خود ڈالنے چل پڑتیں اور کبھی کسی لڑکی کو کہتیں کہ ڈال آؤ۔ خالہ جی سے میں نے پوچھا کہ صدقہ کرنے کی عادت کے بارے میں کچھ شیئر کریں تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے ماموں کا پوتا بیس سال پہلے بجلی لگنے سے فوت ہو گیا اس کی بیوہ کو مسلسل پیسے بھیجا کرتی تھیں۔ میں نے چک

107 میں بھی اس خاتون سے ملاقات کی۔اس کی حالت کو دیکھ کر خیال آیا کہ نانی امّاں کتنی بڑی نیکی کما گئیں۔واقعی ان کی حالت ایسی ہی تھی کہ ان کی مدد کی جائے۔خاندان میں اور لوگوں کے پاس پیسے بھی ہوں گے مگر خوش قسمت ہے وہ جس کو نیکی کی توفیق مل جائے۔بیس سال تک ان کی مدد کی۔مؤمن لوگوں کی حالت ان کے چہروں سے پہچان لیتے ہیں۔صدقہ پابندی سے کرتیں۔جس دن بیمار ہوئیں اس دن بھی پرس میں صدقے کے لیے پیسے رکھے ہوئے تھے۔

نانی امّاں کی بہو نے بتایا کہ الہدیٰ کی ایک انتہائی مخلص خاتون نے فروری کے آخری ایام میں مجھے فون کر کے کہا کہ نانی امّاں جو صدقہ روز دیا کرتی تھیں وہ صدقہ آپ دیتی رہیں میں اس کی رقم جلد بھجوادوں گی اور مارچ کے پہلے ہفتے میں پورے سال کی رقم بھجوادی ہے اور میں روزانہ اسی طرح ان کی طرف سے وہ رقم صدقہ باکس میں ڈال رہی ہوں۔

ایسی خوش نصیبی شاید بہت صاف اور مخلص لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔اللہ تعالیٰ کس طرح مؤمنوں کی نیکیوں کو جاری رکھتا ہے۔

شازیہ نواز کہتی ہیں: الحمدللہ! میں ان سے بہت بار ملی وہ ہمیشہ بہت پیار و محبت سے ملتیں۔وہ جب بھی مجھ سے اسلام آباد میں ملتیں تو یہ ضرور کہتیں: اچھا شازیہ آئی ہوئی ہے! جب وہ USA آئیں تو خصوصًا الھدیٰ کا وزٹ کیا۔ادھر ایک صدقہ باکس تھا جس میں انہوں نے صدقہ ڈالا تو میں نے کہا: آپ رہنے دیں تو کہنے لگیں: یہ تو اللہ کا کام ہے! میں نے اپنا حصہ ڈالنا ہے۔

نانی امّاں کی عادت تھی کہ ہر موسم کی تبدیلی پر سیڑھی منگوا کر الماری کے اوپر جو سٹور بنا ہوا تھا اس میں سے چیزیں نکلواتیں اور جو کپڑے اور چیزیں زائد ہوتیں دینے کے لیے نکال لیتیں۔ ایک سوٹ کیس اوپر رکھا تھا کسی کے گھر جانا ہو یا لین دین کرنا ہو تو وہ کھلواتیں اور آس پاس جو بھی ہوتا اس کو بھی کچھ نہ کچھ دے دیتیں اور دینے میں نیت نیکی کمانے کی ہوتی۔جیسے جائے نماز اپنے پوتے عبداللہ کو دیا کہ وہ نماز پڑھے گا۔بہو جب بھی اوپر سے کچھ کھانے کو بھجواتی تو کھا کر ٹرے یا پلیٹ میں پاپ کارن کا پیکٹ کوئی چاکلیٹ یا ٹافی ہی رکھ کر واپس کرتیں۔

قرض دینا

ایک روز سامنے گھر کی ملازمہ صغریٰ قرض لینے آئی۔اس نے عارفہ بتول سے چھ ہزار روپے بطور قرض مانگے چونکہ ایک دفعہ وہ پہلے بھی دے چکی تھی لہٰذا دینے سے انکار کر دیا یہ سوچ کر کہ اس کو عادت پڑ گئی ہے۔وہ نیچے آئی اور نانی اماں کو کہا۔انہوں نے دے دیے۔صبح گاڑی میں جب ہم دونوں بیٹھیں تو میں نے بتایا کہ صغری قرض لینے آئی تھی میں نے نہیں دیا، نانی اماں نے چپکے سے کہا کہ میں نے اسے دے دیے تھے۔میں شرمندہ ہوگئی۔

مانگنے والا کوئی آتا تو اس کو سمجھانے کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور دیتی، خالی ہاتھ نہیں لوٹاتی تھیں۔

تلاوت قرآن

زندگی بھر تلاوت قرآن مجید روزانہ کے معمول میں شامل رہی۔عمر کے آخری حصّہ میں الزہراوین (سورۃ البقرہ ال عمران) پابندی سے پڑھتی رہیں۔جن کے پڑھنے کی تاکید رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی۔اس کے علاوہ جب بھی وقت ملتا مصحف کھول کر تلاوت شروع کر دیتیں۔الحمدللہ ان کی قراءت میں کوئی غلطی نہیں تھی لیکن پھر بھی اپنی قراءت کو بہتر سے بہترین کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً تجوید کورسز بھی کرتی رہیں۔اپنی عمر یا صحت کو کبھی رکاوٹ نہ بننے دیا۔جب بھی ایام بیض میں منگل کا دن شامل ہوتا تو وہ روزے کے ساتھ کلاس کی ساری سرگرمیوں میں حصہ لیتیں۔دو بجے تک تفسیر کلاس پھر تین بجے سے پانچ بجے تک تجوید کلاس میں حاضر ہوتیں۔

خاص دعا

بہت زیادہ دعائیں مانگا کرتی تھیں اور خاص طور پر یہ دعا کہ اللہ تعالی مجھے کسی کا محتاج نہ کرنا اور قبر کے عذاب سے بچانا۔دو دن پہلے الہدیٰ کے ایک سٹاف ممبر کے والد کی تعزیت کرتے ہوئے کہنے لگیں اللہ نے ان کو کسی کا محتاج نہیں کیا۔دعا کریں اللہ مجھے بھی کسی کا محتاج نہ کرے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبولیت بخشی۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

ذکر

نانی اماں کثرت سے ذکر کرنی والی خاتون تھیں۔کام کرتے ہوئے بھی زبان کو ذکر میں مشغول رکھتیں۔کبھی بے مقصد اور غیر ضروری بات نہیں کرتی تھیں جب بھی بولتیں تو بہت حکمت بھری اور ناصحانہ بات کرتیں مسلسل ذکر کرتی رہتی تھیں۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ...[اٰل عمرٰن :191]

’’جولوگ اللہ تعالی کا ذکر کھڑے، بیٹھے اور لیٹے کرتے رہتے ہیں۔۔۔‘‘

فرض نماز کے لیے دوسروں کو ضرور کہتیں لیکن نفلی عبادات خاموشی سے ادا کرتیں، کسی کو نہیں کہتی تھیں۔لوگ انہیں دیکھ کر خود سیکھتے تھے۔ساجدہ ہاشمی نے بتایا کہ تسبیحات کا پوچھتیں کہ کیا کرتی ہو؟ میرے بتانے پر کہنے لگیں اپنی تسبیحات میں سبحان اللہ و بحمدہ کی ایک تسبیح بھی شامل کرلو۔

حج وعمرہ:

نانی امّاں نے 1986 میں حج کیا۔ساجدہ ہاشمی نے بتایا کہ میں یونیورسٹی میں پڑھتی تھی میری چھٹیاں تھیں تو امی جی مجھے ذمہ دار بنا کر گھر پر چھوڑ گئیں کہ چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال رکھنا۔ ایک ملازمہ بھی میرے ساتھ مددگار کے طور پر دے گئیں۔ملازمہ بیمار ہوئی اور فوت ہوگئی تو سارے کام میں نے خود کیئے۔اسی دوران جو کام نہیں آتے تھے وہ بھی سیکھ لیے۔

نانی امّاں، ہاشمی صاحب اور بے جی (استاذہ کی نانی جان) تین افراد حج پر گئے تھے۔نانی امّاں نے واپس آ کر بتایا کہ استاذہ کے ابا جی کہتے تھے کہ کھانا گھر کا اور آپ کے ہاتھ کا کھانا ہے۔ عبادات میں پوری کوشش کے ساتھ ساتھ بے جی اور ابا جی کی خدمت بھی کی۔کھانا بنانا، کپڑے دھونا، باب فتح کی طرف ہوٹل چڑھائی پر تھا وہ چڑھائی چڑھ کر پھر گھر جا کر کھانا پکانا۔ابا جی نے دو چار بندوں کو بھی ساتھ لے آنا، کپڑے بھی دھونا، اس زمانے میں لوگ سارا راشن اور چیزیں حج پر ساتھ لے کر جاتے تھے۔نانی امّاں لوگ مٹی کے تیل کا چولہا بھی ساتھ لے کر گئے تھے۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

کپڑے روزانہ دھو کر جانا، سب کو روزانہ کپڑے بدلوانے، ہر نماز کے بعد طواف لازمی کرنا اور سحری کے وقت تہجد کے ساتھ الگ طواف۔ فجر کے بعد واپس آ کر سارے کام ختم کر لیتیں اور پھر دوبارہ حرم چلے جاتے۔ یعنی حج کی مشقتوں اور تکالیف کے ساتھ ساتھ خدمت میں کوئی کمی نہ آنے دی۔

حج کی دوبارہ خواہش تھی لیکن گھٹنوں کی خرابی کی وجہ سے نہیں جا سکیں۔ تین دفعہ عمرہ کیا اور آخری عمرہ ویل چیئر پر کیا۔ آخری طواف کے وقت کہنے لگیں کہ ویل چیئر روکو۔ اٹھ کر خود طواف کیا اور ہر چکر کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اتفاق سے ان دنوں رش کم تھا۔

انسان جب زندگی میں نیکیوں پر دوام و استقامت اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا صلہ بعض اوقات اس طرح بھی عطا کرتا ہے۔ اسماء زبیر کے اس پیغام سے اس کا بہترین ثبوت ملتا ہے۔

There is one very pious lady who is visiting Saudi right now.She is a very close friend of my Mother in law. She came to my house for Taziyat.She told me That she was on her way for umrah when she got the news about Nani Ammas death.So she did niyyah of umrah on Nani Amma's behalf and made lots of Duas for her .May Allah accept it from her .Although she had never met or seen Nani Amma ever,I was wondering who put this love for her in her heart? Indeed it's only Allah. May Allah swt make us

قربانی

ہر سال اپنی اور اباجی کی طرف سے قربانی کیا کرتی تھیں۔ ان کی کوشش ہوتی کہ اولاد میں سے سب قربانی کا اہتمام کریں جیسے بہو اور بیٹا دونوں قربانی کریں۔ جو بچے ملک سے باہر ہوتے وہ اپنی قربانی کی ذمہ داری نانی امّاں کے سپرد کر دیتے۔

نانی اماں خواب میں

میں نے استاذہ محترمہ کو کتاب لکھنے کا مشورہ دیا اور جب انہوں نے یہ ذمہ داری مجھے ہی سونپ

دی تو میں اسی کشمکش میں تھی کہ یہ کام بہت بھاری ہے معلوم نہیں کر پاؤں گی یا نہیں کہ اسی رات خواب دیکھا کہ میں الہدیٰ کی گاڑی میں ہوں (جس میں، میں اور نانی امّاں اکٹھے الہدیٰ آتے جاتے تھے) اور ایک سڑک پر جارہی ہوں جو بہت خوب صورت اور کشادہ ہے سڑک کے ایک طرف ایک بڑا سا کمرہ ہے جس میں چند لوگ ہیں۔ میں گاڑی لے کر سامنے پہنچتی ہوں تو نانی امّاں جلدی سے دروازے کی طرف آتے ہوئے کہتی ہیں کہ مجھے آگے چھوڑ آؤ اور آگے کی طرف ہاتھ سے اشارہ بھی کیا۔ اسی دن میں نے کتاب پر کام شروع کر دیا تاکہ وہ اعمال دوسروں کے لیے مشعل راہ بنیں جن سے لوگ ناواقف ہیں۔ انسان کے وہ نیک اعمال جو صدقہ جاریہ بن جائیں، ان شاء اللہ آخرت میں درجات کی بلندی کا سبب ہوں گے اللہ تعالیٰ نانی امّاں کے نیک اعمال کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

چھوٹی خالہ کے شوہر یعنی نانی امّاں کے بہنوئی جن کو سب لالہ جی کہہ کر پکارتے ہیں۔ انہوں نے نانی امّاں کو خواب میں دیکھا کہ نانی امّاں بہت خوش ہیں اور انہوں نے خوب صورت گلابی رنگ کی قمیص اور بہت سفید شلوار پہن رکھی ہے۔ قمیص کے گلے پر موتی ہیں۔ اوپر کا حصہ گہرا گلابی اور جوں جوں نیچے کو دیکھیں تو رنگ بے بی پنک ہو جاتا ہے

رضیہ ہاشمی (نانی امّاں کی سوتیلی بیٹی) نے خواب میں دیکھا کہ نانی امّاں تیار ہو کر قرآن پکڑے ہوئے پھوپھی بی بی جان کے ساتھ درس سننے جارہی ہیں۔ جاتے ہوئے کہتی ہیں کہ میں اور بی بی جان جارہی ہیں، تم سب آتی رہنا

مریم زبیر نے دیکھا کہ نانی امّاں استاذہ کے صحن میں بیٹھی ہیں اور ان کے پاس بہت سی روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور وہ ان روٹیوں کو لوگوں میں تقسیم کر رہی ہیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

تعزیتی تاثرات

فیملی کے تاثرات

ضیا ہاشمی

All human beings are fascinating for so many reasons. One particular aspect of ourselves is the way we share common aspirations, emotions and feelings. I never had any doubt in my mind that at some level we -the human beings - are all connected. Level of this connection may vary but it is definitely there. This reminds me of one of my favorite Quranic references where Allah emphasizes the value of life of an individual equivalent to all humanity. The reason I am starting off with this aspect of our life is to share how much such a connectivity matters in our lives especially when it comes to a very special close bond we all have with our mothers. It is only through this vital link that I can explain how I feel about my mother especially after she has left us in order to move to a much much better, peaceful and eternal abode. Like any other children of hers, I too was special to my mother. This she always proved through her ever readily available care, selfless empathy and unconditional love. Of course I also wanted to make her feel that she was more special to me than I was to her. What did I do on this? Perhaps nothing! Interestingly she never wanted me to do anything to prove how special she was to me. All she expected from me was to follow the right path - a kind of direction that she thought is the right one! I always assured her how right she was because I also truly believed in her conviction. Her message was simple. Submit to the will of Allah. Worship attentively and regularly. Be genuinely compassionate and considerate towards the lesser privileged. Read and work hard instead of being angry all the time. Carve your own destiny through your very own real efforts. Never

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

expect anything from anyone. Give importance to what you have over stuff ephemeral. Never rely on the temporariness of life. Never cheat anyone. Always speak truth. Be kind. Take care of your siblings. Welcome guests with large heartedness and exchange gifts according to your ability. Smile, trust and let go. Always be ready for closure on life. Embrace hardships. Do your best and leave everything to Allah. Last but not the least, have more children and try to live a normal and happy life.

I think I am saying this to reinforce a specific point here. I am saying this all to say that many of these core values she inculcated through her own ways have definitely left an impact on my life, my personality and my world view. I not only feel proud but I also think I would have been living a miserable, wasted and utterly useless life, had I not understood some elements of these values that she made me absorb somehow. It may sound weird and contradictory but it is true and no one knows better than her what I am just saying. In fact, such was the profound influence of her teachings that I may not have even survived. I am clear that much of what she taught me saved my life many times. No doubt that I have lived an unusual and abnormal life almost all my life which was mainly spent trying to carve my own space, my own niche and my own persona all in my own ways. Self made people understand what I am saying though! Actually I should say I did pretty much the same way many of us live through but I must say not everybody would have survived treading the path I chose for myself. Anyways It has been a daring journey at many levels and the only way to redemption lied through reflecting and trying to follow what my dearest mother somehow taught me. For all of this, I am eternally thankful to her. Not only that as there is much more to it. I tell myself that I would call myself a successful man the day I am able to inculcate an iota of valuable treasure in my children - same ways she left behind in the shape of fundamental principles and values of life I keep close to my heart.

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

Another extremely important aspect of our special bond was the way she used to impress me with her various skills. Instead of being transactional, she always preferred to be a fair adjudicator and a wise negotiator. I don't think I will be wrong in assuming that she most likely inherited this from her father and who, as a Lamardar of his area, must have done something worthwhile to perform his entitled social functions during colonial times. If I am not wrong her mother side too delivered similar services related to social dispute settlements. Sense of justice indeed runs in blood at times! I am a 'Rule of Law Specialist' these days and I feel I do carry this grain in me too! This may sound baffeling but it is true. (I myself sometimes find it hard to believe what I am what I am). It is this feeling that makes me realize that she really lives in me - an integral part of my soul.

Her selfless attitude was nowhere more prominent than her constant thoughts she always carried for kids facing difficulties. Whether its me, Atta, Habib or Mattee but I believe she really wanted us to prosper, be healthy and happy. I saw her genuinely being concerned about all of us. Her love for Habib's kids always warmed my heart and I was deeply touched by hour conduct when Atta had his tough days during his youthful days. I think her departure is way too painful for all of us. I sincerely pray to Allah to help us live with the reality of she being not there anymore! Amen!

Let me get back to her social skills and traits a bit which she demonstrated very successfully while grooming her numerous children. After all, its not easy to manage conflicting desires and interests among so many children ? Her leadership potential was amazing as I truly believe she was a true leader in her own ways. Her advice was pithy but full of wisdom. Few words but huge meaning which many a times I followed in true spirit only to see myself salvaged smoothly! One example would suffice. She was dead against my decision of leaving permanent pensionable job at

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

the United Nations. She was even more furious me starting a business that she could never understand neither did she like it all. But she never for a while doubted my positioning on matters of principles when it came to dealings with people. She supported my truthful claims and always knew I would emerge unscathed if I followed what she taught me. I feel proud I deeply followed the true meaning of what she taught. It was this fact that helps me understand what happened and why. Failure to her and me too is mere an experience! Therefore I never felt that I failed in my business venture. If anything, I just disengaged from what I was doing and started pursuing a different path - a direction she thought makes more sense. Alhamdulilah my journey eversince is only getting better with every passing day.

مریم علوی (بہو)

شادی کے بعد جب میں سرگودھا گئی تو امی (نانی امّاں) کو بہت ہی شفیق اور محبت سے بھرپور پایا۔ میری تمام کوتاہیوں اور غلطیوں پر انہوں نے ہمیشہ پیار اور درگزر کا معاملہ کیا۔ گھریلو کاموں میں کم علمی کی وجہ سے میں ان کی کوئی مدد نہیں کرسکتی تھی مگر امی ہمیشہ اسی فکر میں ہوتیں کہ میں نئے گھر میں اجنبیت محسوس نہ کروں۔ امی کا ملنے کا انداز کچھ اس طرح سے تھا کہ وہ محبت بھرے طریقے سے گلے لگاتیں اور چومتیں۔ جب بھی وہ گلے ملتیں ان کی محبت بھری اور مخلص اداؤں سے ان کو ساس سمجھنا بہت مشکل تھا۔ اسی لیے امی کہنا اور سمجھنا آسان ہوگیا تھا۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ اگر میں ان کے جیسی ساس بن سکی تو یہ میرے لیے بڑی کامیابی ہوگی۔ کیونکہ جو نمونہ ساس کا وہ میرے لیے چھوڑ کر گئی ہیں اس کے لیے بہت صبر، درگزر، محبت اور خیر خواہی کی ضرورت ہے۔ یقیناً وہ میرے لیے ایک عملی نمونہ یا گائیڈ بک تھیں۔

امی، قرآن، نماز اور روزہ کی روٹین کو بہت ہی پابندی سے نبھاتی تھیں۔ بغیر کسی کو بتائے، چپ چاپ اپنے آپ کو مصروف رکھتیں۔ جب ہم ملنے جاتے اور امی تلاوت یا ذکر میں مشغول

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ہوتیں تو بند کر کے ہماری طرف توجہ مبذول کر لیتیں۔

امی کو شروع سے ہی میں نے صبح کی سیر کا عادی دیکھا تھا ۔گھٹنوں میں شدید تکلیف کے باوجود بھی اپنی فجر کی نماز کے بعد سیر کا معمول جاری رکھتیں۔ان کی اسی ہمت اور استقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو آخری عمر تک کسی کا محتاج نہیں کیا۔اپنی مدد آپ کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے کم سے کم کسی سے کام کے لئے کہتیں۔اپنے ہلکے کپڑے خود ہی دھو لیتیں۔چائے بنانا اور ہلکی پھلکی کوکنگ کرنا ان کا معمول تھا۔امی کے پہلے گھٹنے کے آپریشن کے وقت میں ان کے پاس تھی، جس ہمت کا مظاہرہ امی نے اس تکلیف دہ وقت پر کیا وہ قابل رشک تھا۔جس دن امی ہسپتال سے گھر آئیں، اگلے دن صبح امی نہائیں دھوئیں، صاف کپڑے پہنے، کنگھی کی، خوشبو لگائی اور صاف ستھرا ہو کر بیٹھ گئیں۔یہی ان کا روزانہ کا معمول تھا۔جب لوگ عیادت کے لیے آتے تو کوئی شکوہ، بیماری کی تکلیف کا ذکر ان کے منہ سے نہ نکلتا اور ہر ایک سے محبت سے ملتیں۔

اکثر ہم یہ سوچتے ہیں کہ اب عمر کے اس حصے میں اپنا خیال رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

مگر امی اس خیال کے بالکل برعکس تھیں امی اسی کوشش میں رہیں کہ اس زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں گزار دوں۔

امی دینی اور تفریحی ہر سرگرمی میں دلچسپی لیتی تھیں،عیادت کے لیے جانا ہو، درس و تدریس کی محفل، رشتہ داروں کی خبر گیری اور خوشیوں میں شریک ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتیں۔کسی کی دعوت کو نہ ٹھکراتیں۔بلکہ بہت محبت سے شریک ہوتیں۔امی کے روز و شب جتنے بھی مصروف ہوتے وہ اپنی نمازوں کے لیے ہمیشہ فکر مند رہتیں۔کہیں بھی رات گئے تک نہ بیٹھتیں، جیسے ہی شام ڈھلتی یا عشاء کا وقت ہو جاتا امی گھر جانے کا اصرار کرتیں،تا کہ تہجد میں کوتاہی نہ ہو جائے۔

امی جی دین اور دنیا کو نبھانے کا بہترین امتزاج تھیں۔دنیاداری کے بھی صرف وہی کام کرتیں جو ان کی اخروی زندگی کو سنوارنے میں مددگار ہوں۔امی جی ہر کام اور عمل صرف آخرت کی بنیاد کو مد نظر رکھ کر ہی کرتی تھیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

امی جی باطنی اور ظاہری دونوں اعتبار سے بہت سادہ تھیں۔ ان کا پہننا اوڑھنا اور رہن سہن بہت سادہ مگر انتہائی صاف ستھرا تھا۔ ان کی ہر چیز میں ایک خاص سلیقہ تھا، روزانہ کی ضرورت کی چیزیں ان کے پاس ایک خوب صورت کین کی ٹوکری میں قرینہ سے پڑی ہوتی تھیں۔ اس میں ان کی دوائیاں اور دعاؤں کی کتابیں ہوتیں، پانی کا گلاس اور بوتل ہوتی۔ آج کل کی اصطلاح میں انہیں بہترین منظّم شخصیت کہا جا سکتا ہے۔ امی کی باطنی سادگی کی بہترین مثال یہ تھی کہ کبھی لڑائی جھگڑے میں نہ پڑتیں، چاہے امی صحیح ہوتیں مگر تنازعہ کے وقت خاموشی اختیار کرتیں۔ البتہ دین کے معاملہ میں اور امر بالمعروف کرنے میں امی جی چپ نہ رہتیں، محبت سے تنبیہ کرتیں۔ امی کی ایک بات جو قابل تقلید لگتی ہے، وہ یہ کہ امی کسی سے کوئی امید نہیں رکھتی تھیں، اپنے بچوں سے بھی نہیں۔ جب بھی ہم جاتے بہت خوشی سے ملتیں۔ انہوں نے کبھی ہم سے شکایت یا شکوہ نہیں کیا تھا کہ ان سے ملنے نہیں آئے یا فون نہیں کیا۔ ہر ایک کے حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتیں۔ جب ہم بیرون ملک رہتے تھے اور مصروفیت کی وجہ سے فون کرنے میں دیر ہو جاتی تو دل میں شرمندگی کے ساتھ فون کرتے مگر امی کبھی طنز یا شکوہ نہ کرتیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دلوں کو صاف رکھنے کی توفیق عطا کریں۔ آمین!

یہ تمام الفاظ، ہمارے احساسات ہیں جو امی کے لیے ہیں، ان کی شخصیت کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔ ان کی یادیں ہمیشہ تازہ رہیں گی۔ بس یہی دعا ہے کہ ہم نے جو بھی اچھے اعمال ان سے سیکھے ہیں، ان پر عمل کر سکیں اور امی کے لیے صدقہ جاریہ بن سکیں۔ آمین! ثم آمین

عارفہ بتول (بہو)

امی جی بہت باذوق اور خوش لباس خاتون تھیں۔ انتہائی صابر شوہر کے سامنے نہ بولنے والی، نماز، قرآن، درس و تدریس کی مجالس میں اپنا دل لگانے والی، انتہائی خوددار بالخصوص اپنی ذات کے اعتبار سے، اپنے کام خود کرنے کو ترجیح دینے والی، کسی پر اپنی خواہش مسلط نہ کرنے والی،

کائنات پر غوروفکر کرنے والی، سیروسیاحت کی شوقین، روزصدقہ کرنے والی، کسی کی ذاتی زندگی میں مداخلت نہ کرنے والی، کفایت شعار، منظّم، طہارت پسند، صفائی پسند، خوبصورت اور منفرد چیز کو پسند کرنے والی، پردے کی سختی سے پابند، محبت کرنے والی، احسان کو یادرکھنے والی، انتہائی شکرگزار اور سادگی جیسی صفات کی حامل خاتون تھیں۔ مجھے تو ان کے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ صرف میری ساس ہی نہ تھیں، میری محسن، میری دوست، میری غمگسار، میری ہمدرد، میری خیرخواہ بھی تھیں اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کے صالحین کے ساتھ درجات بلند کرتا رہے اور مجھے صبر جمیل عطا کرے۔ گھر تو جیسے خالی سا ہو گیا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ امی جی کے ساتھ گزرا لمحہ لکھ ڈالوں۔ امی جی کی اچانک موت نے دنیا کے بے معنی اور بے حقیقت ہونے کا درس دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی تیاری کی توفیق دے۔ آمین!

سمیع اللہ زبیری (بیٹی کے داماد)

میری کچھ برس قبل ہی ان سے ملاقات ہوئی جب بھی جاتا کچن سے میٹھا پانی خود بنا کے لا کر دیتیں، ایک دفعہ سوجی کا حلوہ مجھے خود بنا کے کھلایا مہمان نوازی ان کی بیٹیوں اور نواسیوں نے یقیناً انہی سے سیکھی ہوگی۔ مجھ سے میرے گھر اور امی کی خیریت پوچھا کرتیں۔ ایک مرتبہ میں نے کہا نانی امّاں اس سال آپ بھی ڈاکٹر صاحبہ کے ساتھ چائنہ چلی جاتیں۔ پتا ہے کیا جواب دیا؟ کہتی ہیں پتر۔ اللہ نے پوچھنا ہے بلا وجہ کیوں گئی ان ملکوں میں؟ میں کہاں سے جواب دوں گی؟

نوید ہاشمی (نواسہ)

نانی اماں نے میری امی کو خاص قسم کا سوجی حلوہ جس میں کھویا استعمال ہوتا ہے، بنانا سکھایا تھا۔ اس کے بعد ابو کی خواہش پہ ہمارے گھر تقریباً ہر دعوت پہ وہی حلوہ بنتا اور مہمان بھی بہت خوش ہو کر کھاتے۔ مہمان اکثر دعوت پہ شرکت کرنے سے پہلے ہی حلوہ کی فرمائش کرتے۔ اللہ تعالیٰ نانی امّاں کو کروٹ کروٹ جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

الہدیٰ ساتھیوں کے تاثرات

زبیدہ عزیز

استاذہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ کی والدہ، ہم سب الہدیٰ والوں کی والدہ تھیں الہدی کی اکثریت انہیں نانی امّاں کہہ کر پکارتی مگر میں نے انہیں ہمیشہ امی جی ہی کہا، وہ بہت شفیق اور محبت کرنے والی ہستی تھیں، علم دوست، خاموش طبع اور سادہ خاتون، شادی کے بعد علم دین سیکھنے کا جو سفر شروع کیا اسے زندگی کے آخر تک جاری رکھا، بیماری سے ایک دن قبل تک الہدیٰ باقاعدگی سے آتی رہیں ،شوق سے نوجوان طالبات کے ساتھ کلاس میں شرکت کرتیں۔قرآن کلاس، بخاری کلاس، تدبر قرآن کورس، دورہ قرآن، ہفتہ وار درس کی مجلس، علم کی کوئی بھی مجلس ہوتی شوق سے اس میں بیٹھتیں اور توجہ سے کلاس سنتیں۔امی جی کی زندگی کا ایک خوبصورت ورق یہ رہا کہ وہ علم دین کی طالبہ بن گئیں اور اپنے اس کردار کو آخری وقت تک نبھایا، قابل بیٹیوں کے سامنے وہ ایک سادہ طالب علم کے طور پر بیٹھتیں۔انتہائی پابندی کے ساتھ جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرتیں، سادہ مگر بہت محبت بھرے انداز میں دل کی باتیں کرتیں، ہر ایک سے محبت سے ملتیں، ہر ایک ان کا گرویدہ ہوتا، آخر وقت تک نماز اور پردہ کا بہترین اہتمام رہا، سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران ان کی تلاوت معمول رہا، جو چیز ان کو سب سے زیادہ پریشان کرتی وہ خواتین کا حجاب کی اہمیت کو نہ سمجھنا تھا، اس پر پریشانی کا اظہار بھی فرماتیں اور ہدایت کی دعا بھی کرتیں، جب ملتیں بہت محبت اور پیار کے ملتیں اور ایک خاص اپنائیت کا اظہار فرماتیں۔

اے اللہ! ان کی بہترین مہمانی فرما، انہیں اپنی مقرب بندیوں اور جنت کی سردار خواتین میں شامل فرما۔ اللہ تعالیٰ! امی جی کی قبر کو روشن فرما۔ ان کے درجات بلند کر۔ ان کی برزخی زندگی کو بہترین آرام دہ زندگی بنا، ان کی سب حسنات کو بڑھا چڑھا کر قبول فرما۔ آمین۔ دعا گو بیٹی

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

یاسمین خاکوانی

Ammi Jee was a great lady and truly played a role of a wise buzurg whom we seldom see nowadays. So many sweet memories of her are now lingering in mind and I miss her walking around Al Hudas courtyard ,walking gracefully besides her back aches.

Sometimes vision of her sitting like a serious student in class flashes in mind .

She would take interest in every individual and staff of Al Huda and would guide honestly without hesitation.

We pray for her from the chore of our hearts and yet I feel she was fortunate to have been so regular in her ibadaats, so dutiful in fulfilling her responsibilities as a mother, wife and domesticated Lady.

She would always welcome everyone warmly and would talk positively. Never ever I heard her complaining about anything and I admired her for leading a life as a widow is not easy .She engaged herself in healthy activities. She would often recite Quran and never boasted about her Ibadaats or her children acheivements. she was helpful and concerned for the needy .

Usually she had smile and would be a pleasant company besides her personal problems which we never heard from her. Dislocation from her hometown and Sargodha house must have meant lots of adjustments,but she was gracefully taking these changes in later stage of life . Her children and grand children gave her full attention and care in her final sickness by being besides her all the time. Her death is a loss yet full of lessons for all of us .

May Allah (swt) shower His Blessings on her and may her soul rest in peace in Jannat Al Firdaws .Ameen

رابعہ حیات

نانی امّاں بہت محبت کرنے والی، شفیق، نیکیوں میں سبقت کرنے والی اور علم کی حریص تھیں۔

© AL HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بحثیت ماں انہوں نے جس خوب صورت طریقے سے اپنی اولاد کی تربیت کی کہ آج وہ اولاد ان کے آخری وقت میں ان کے ساتھ، ان کے لیے دعا گوتھی، اور ان کے لیے وہ کمائی کر رہی ہے جو آخرت میں ان کا ذخیرہ ہوگی۔ وہ جب بھی ملتیں گلے لگاتیں اور یوں لگتا میری اپنی ماں ہیں۔ علم کے ساتھ ساتھ ہر نیکی میں حصہ لینے کا شوق انہیں کس قدر تھا، ایک بار ہمارے ساتھ حدیث کورس کے عیادت وزٹ پر ہسپتال بھی گئیں۔ اور ان کو یہ گلہ نہ ہوتا کوئی ان کے ساتھ کیسا ہے بلکہ یہ فکر تھی کہ میں کسی کے لیے کیا کر سکتی ہوں۔ نانی امّاں ہم سب کو اپنی زندگی سے ایک خاموش سبق دے گئیں کہ عورت قوم کی معمار ہے۔ اگر ایک خاتون خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار بن جائے اور قرآن سیکھے، اولاد کی اچھی تربیت کرے اور ان کو مقصد حیات سکھا دے تو یہ اس کا پوری امت پر بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے تمام مراحل آسان کریں، ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے بنا دے۔ آمین!

نانی امّاں کو دیکھ کر اور اب ان کے بارے میں اتنی اچھی باتیں سن کر میں سوچتی ہوں ہم سب انسان ہیں، ہم میں سے ہر ایک کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہے کسی کی کمزوری تکبر یا بڑا پن کا احساس ہے تو کسی کی کمزوری حسد اور کڑھن ہے، کسی کی کمزوری بد اخلاقی ہے تو کسی کی کمزوری جلدی ناراض ہو جانا ہے کسی کی نماز ٹھیک نہیں تو کسی کے روزے پورے نہیں، کوئی صدقہ کرنے میں کوتاہی کا شکار ہے تو کوئی خدمت کو عار سمجھتا ہے۔ اب ہمیں واقعی باشعور ہو جانا چاہیے اور اپنی کمزوری کی تاویل کر کے اس پر قائم رہنے کے بجائے اس کو تسلیم کر کے اصلاح کر لینی چاہیے کہ اس سے زیادہ دیر کرنا ہمارے اپنے لیے خطرناک ہے!۔

طاہرہ جبیں

نانی امّاں سے میرا تعلق کافی عرصے تک رہا۔ انہیں کلاس میں اور بعض اوقات گھر میں بھی لوگوں سے معاملہ کرتے دیکھنے کا بھرپور موقع ملا۔ اس دوران نانی امّاں کی جو منفرد خوبیاں مجھے

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

یاد ہیں ان کا مختصر تذکرہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ نانی امّاں کا مزاج اور انداز گفتگو بہت سادہ تھا۔ اردو بول لینے کے باوجود اکثر اپنی مادری زبان پنجابی میں گفتگو کرتیں۔لوگوں کے مرتبہ کے مطابق ان کو عزت دیتیں۔جس بھی کورس میں پڑھا اپنے تمام اساتذہ کا بے حد احترام کرتیں۔ اپنی اور انچارجز کی عمر اور مرتبے کے واضح فرق کے باوجود انھیں ''آپ'' کہہ کر پکارتیں۔ روزانہ کا سبق یاد کر کے آتیں۔پیپرز بھی دیتیں۔ مجھے ان کی عاجزی نے بہت متاثر کیا۔وہ شہرت،لوگوں کی بھیڑ اور بے جا گفتگو کو سخت ناپسند کرتی تھیں۔کسی بھی محفل میں خود کو نمایاں کر کے نہ بیٹھتیں، ہمیشہ اپنے آپ کو ایک عام طالب علم ہی سمجھا، نہ ہی اپنی نیکیوں کا چرچا کرنا ضروری خیال کیا۔گفتگو کی ابتدا بہت کم خود سے کرتیں،عموماً گفتگو کسی کے سوال کا جواب ہوا کرتی تھی۔لیکن کچھ غلط دیکھ کر خاموش نہ رہتیں۔کلاس میں شارٹ بریک ہوتی تو طالبات کو فضول گفتگو کرتے یا قہقہہ لگاتے دیکھتیں تو بہت کڑھتیں کہ ان بچیوں کو وقت کی اہمیت کا احساس کیوں نہیں ہے ان کے گھر والوں نے انہیں قرآن پڑھنے کے لیے بھیجا ہے اور یہ اپنا وقت فضول گفتگو میں ضائع کر رہی ہیں۔غلطی کی اصلاح کا انداز بہت خیر خواہی والا اور کھرا ہوتا تھا۔الہدیٰ میں ''شجر کاری مہم'' کے تحت پودے لا کر فروخت کیے جاتے ہیں۔امرود کے پودے کی قیمت لکھی دیکھ کر کہا: ''ہیں نہ شاخاں نہ پتے اک ٹہنی دی قیمت اتنی زیادہ'' یعنی ان کو محسوس ہوا کہ پودے کی قیمت زیادہ لکھی ہوئی ہے اسے کم کرنا چاہیے۔اپنے متعلقہ لوگوں کے حالات سے باخبر رہتیں، اگر کوئی پریشان ہوتا تو اس کی دلجوئی کرتیں اسے صبر کی تلقین کرتیں۔کہنے کو تو بہت سے واقعات میرے پاس محفوظ ہیں مگر نانی اماں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ''کم گفتگو'' پر ہی اکتفا کرتی ہوں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بہت نرمی کا معاملہ فرمائے۔آمین۔

طالبہ

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں الہدیٰ ہاسٹل میں تھی، مجھے پورا ہفتہ نانی امّاں کے ساتھ تراویح

پڑھنے کا موقع ملا۔ جب تراویح کے درمیان وقفہ ہوا تو مجھے ان کے پاؤں دبا کر عجیب خوشی کا احساس ہوتا۔ میں بات کرتی تو جواب دیتیں، خاموش ہوتی تو نانی امّاں ذکر کرتیں۔ ان کے مزاج میں بہت عاجزی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن کرے۔ آمین!

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

احساسات

استاذہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی

نانی اماں الہدیٰ آتیں تو استاذہ کے گھر ضرور جاتیں۔ سردیوں کی دھوپ میں صحن میں بیٹھ کر قرآن سنتیں، نماز پڑھتیں، واش روم استعمال کرنے کے لیے گھر جاتیں۔ استاذہ نے امی کو کتابیں رکھنے کے لیے ایک الماری کا دراز دیا ہوا تھا۔ اس میں اپنی کتابیں رکھتیں۔ گھر کے افراد کے ساتھ بیٹھتیں، باتیں کرتیں۔ ان کی وفات کے بعد استاذہ نانی اماں کو بہت مس کرتی ہیں۔ کہتی ہیں جس طرف دیکھتی ہوں امی جی کی یادیں ہیں۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ گھر میں دل نہیں لگتا۔ یاد کی شدت ہوتی ہے تو اتنی شدت سے دعائیں مانگتی ہوں۔

کلاس میں جس انداز سے آ کر بیٹھتیں، جس صوفے پر بیٹھتیں، اس کو دیکھ کر ان کی یاد آ جاتی ہے۔

ضیا ہاشمی (بیٹا)

Indeed Ami jaan was never interested in knowingwho is doing what for her rather her overriding concern was how much she was doing for each one of her kids. She always gave me surprise calls checking on me how I am doing.
Always advised politely never to leave namaazIts heartening for me at many levels how nicely she touched so many hearts. Sincerely thankful for all the kind words, thoughts and meaningful prayers.

رضا ہاشمی (بیٹا)

she was an average, simple yet very Allah conscious woman who lived in the hearts ofpeople. This is a great virtue. It requires a lot of patience to deal with everyone with ehsaan. I believe her imaan and taqwa was the driving force behind her every good deedMay Allah SWT guide us to the right path and help us carry on the legacy of our belovedAmmi Jaan. Ameen (Raza Hashmi)

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

She is no longer amongst us, but she is being remembered and people are constantly showing their love and admiration for her.

While I was in Pakistan, mama sent me to the finance department at Alhuda to deposit donations in Nani ammas name. Her family and friends have been constantly making donations in her name as sadaqah jaariyah for her.

The day she passed away, i deposited donations around 350,000 rupees. The next day around 400,000.And the day I left over 10,00,000. I dont even remember how much I deposited in total. This is just an estimate. And I was not the only one depositing donations in her name.

In addition to this, I was also given money to deposit in Nani ammas name for Alhudas utilities and maintenance since the facilities were used heavily for the janaza andcondolences. However, the finance department told me that people had already givenmoney for that and all the costs had been covered. I dont know who those people are, but I deposited the money anyways.

May Allah reward all the people who spent so generously in our dear Nani ammas name. May Allah multiply the rewards for her and make all this a sadaqah jaariyah for her. Truly, when Allah loves a servant He places love for that servant in the hearts of people.May Allah help us perform deeds that He loves so we also become of His belovedservants.

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

یادیں

ضیاہاشمی (بیٹا)

Moving on to my precious memories. Well, there are too many of which some are worth sharing. During my college days, I used to be crazy about cricket hence loads of exercise and gyming. Those days saw my tummy always hungry for food. This led me to empty fridge including gulping of food she carefully preserved for other kids. While I used to satiate myself but not without getting a spanky from her accompanied with barrage of some funny Punjabi words. I continue to relish those moments to this day. I also hated shoes when I was a kid. I never liked them wearing until she would remind me to have nothing on Eid Days unless I change my habits.

I would now like to close this with one last memory when I might not be more than 7 or 8 years old. It's about something that continues to send shivers down my spine. Whenever AMI JAN used to go to market for grocery or something, she would lock the door from outside to ensure kinds stay protected but somehow her practice used to scare me a lot. One day, Ami Jan went out in usual routine and I immediately noticed and started following her. She had her way with me leaving behind the door. As expected, I started crying like anything knowing that I can't do anything as I wanted to be with her all the time. That day I really really cried so much that I felt that I may not be able to survive. It was a powerful jolt that continues to scare me to this day. That temporary but realdisconnection literally turned my life upside down for few hours. That was then but second time I felt disconnected was when she actually left me alone in this endlessly wide universe. I did cry but not the way I cried when I was a little kid. At that time, I felt sky will fall if Ami Jan leaves me behind. This time Its different feeling. I know she has left me permanently yet I do not believe it's a permanent disconnection. It is she who

© AL HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

taught me how ephemeral life is because as she used to say that everyone is here for a short time. Prepare and prepare well for next life. Treat this material life what it is worth. Mere dirt and dust worth nothing! Real life is what we leave behind as a good legacy - something doing or producing that is of value for others - some praying and learning that pleases Allah - something that makes sense why we are here and what we have to say in front of the greates dispenser of justice i.e Allah!

In short, I think we all agree that the real life begins the day we leave this temporal and mortal world. Meri Payari Ami Jan! May you always live in eternal peace!

We shall all see you soon.

May you enjoy the best hospitality our Allah affords to His favorite people!

AMEN & LOVE.

جہاں زیب صاحب (داماد)

remember thel remembered lot of things her affection and love. I still taste of excellent food she used to prepare for us when we used to visit her in Sargodha

اسماءزبیر (نواسی)

نانی امّاں کے ساتھ میرا جتنا بھی وقت گزرا میں نے دیکھا کہ آپ کی زندگی عمل سے بھرپور تھی غلط چیزوں سے منع کرتی تھیں مگر بہت دھیمے اور پیارے انداز میں ۔ نانی اماں انتہائی عبادت گزار تھیں ۔ بچپن میں جب بھی رات میں آنکھ کھلتی تو تہجد، فجر کی نماز یا نماز کے بعد قرآن پڑھ رہی ہوتی تھیں ۔ خواہ کتنی ہی مجبوری یا مصروفیت ہوتی قرآن پڑھنا کبھی مس نہ کرتیں ۔ ان کی روٹین فکس تھی ۔

مہمانوں کو خوش آمدید کرتیں ۔ ہر ایک کے لیے کچھ نہ کچھ بناتیں ۔ بچوں اور مہمانوں کو تازہ کھانا کھلانے کے لیے بہت محنت کرتی تھیں ۔ کپڑے پاک صاف کیا کرتیں کہ سب نے نماز

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

پڑھنی ہے۔ ہاتھ سے کپڑے دھوتیں۔ بچوں میں لڑکوں کی اکثریت ہونے کی وجہ سے ان کے ٹوٹے ہوئے بٹن اور ادھڑے ہوئے کپڑے خود ہاتھ سے درست کرتیں۔ مکھن والے پراٹھے بناتیں۔ وقت پر ہر چیز تیار ہوتی۔ ہر وقت کام کرتی رہتیں۔ کبھی ہمت نہیں چھوڑتی تھیں اور نہ ہی سستی کرتیں۔ صحت کی شکایت نہیں کرتی تھیں کہ میرے گھٹنوں میں تکلیف ہے۔ اتنے بچوں کے ساتھ عبادت بھی کرتیں اور سارا دن کاموں کے ساتھ نماز، اذکار پورے کرتیں۔ ظہر کی نماز سے پہلے سارے کام ختم کرلیا کرتی تھیں۔ ہماری فکر ہوتی تھی کہ ہم لوگ کب ادب اور اخلاق سیکھیں گی۔ صبر کی بہترین مثال تھیں۔

بچوں میں سے کسی کے بارے میں پتا چلتا کہ کچھ اچھا نہیں کر رہا تو خاموش ہو جاتیں۔ لڑاکا طبیعت نہ تھیں۔ نانا ابو کی وفات پر میں نے دیکھا تھا کہ سب سے زیادہ صبر سے وہی کام لے رہی تھیں۔ باقی سب کو بھی صبر کی تلقین کر رہی تھیں اس مشکل موقع پر اپنے بچوں کو سنبھالا اور حوصلہ دلایا۔ نانی امّاں زیادہ باتیں نہیں کرتی تھیں گفتگو سادہ ہوتی۔ ان کی زندگی میں سادگی کے مثبت اثرات تھے۔ میں کوشش کرتی ہوں ان جیسی بن جاؤں۔ چھوٹے ہوتے دیکھتی تھی جب سالن اور روٹی بناتیں تو نانا ابو کے لیے چن کر اچھی روٹیاں نکالتیں اور سالن بھی اچھا ڈال کر دیتیں، ادب سے کھانا پیش کرتیں۔

نانا کا بہت زیادہ ادب کرتی تھیں کبھی ان پر غصہ نہ کرتیں۔ ان کو نانا ابو سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نانی امّاں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ ان سے راضی ہو جائے اور ہمیں ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین! She had 12 children 45 grandchildren

مہرین شاہد (ذکیہ ہاشمی کی بہو)

Once she came to my place and stayed till evening. She recited Quran the whole time. Had tea with me in the evening and paused for a little chit chat. Asked musa to read Quran to her. Then continued with her evening supplications and namaz. Much devoted

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

and pious lady. May Allah reward her with the best

سمیع اللہ زبیری ((ذکیہ ہاشمی کے داماد)

نانی امّاں کا مجھے صرف پیار یاد ہے انہوں نے بچوں کو کبھی بھی نہیں ڈانٹا حالانکہ اتنے بچے تھے جب بات کرتی تھیں پھول جھڑتے تھے اور مٹھاس بے انتہا۔ حیرت ہوتی ہے، کیسے اس عمر میں اتنی نرمی کسی کو مل جاتی ہے جبکہ عمر بڑھے تو بے چینی بڑھتی ہے عموماً۔ ایک دفعہ میں نے پاؤں دبانا چاہے تو روک دیا، پھر میں نے کچھ دیر دبائے تو ہر منٹ بعد منع کر دیتیں نہ دبا بری عادت پڑ جائے گی۔

طیبہ ہاشمی (نواسی)

بچپن میں جب ہم سب بچے مل کے کھیلتے تھے۔ خوب ہلا گلا کرتے تھے۔ نانی امّاں نے کبھی منع نہیں کیا اور نہ ہی کبھی تنگ ہوتیں۔ جب میں انہیں دباتی، تو بہت خوش ہوتیں، اور ڈھیروں دعائیں دیتیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

خراج تحسین

ڈاکٹر ادریس زبیر (داماد)

چہرے پر نرم سی مسکراہٹ اور عاجزی یہ دونوں چیزیں جیسے ان کی طبیعت میں رچی بسی تھیں۔ میں اپنی اس عزیزہ ماں کو سلام کرتا ہوں کہ جس نے فرحت، نگہت، ذکیہ، ساجدہ اور راتی جیسی بیٹیوں کو جنا اور ان کی تربیت کی۔ دل کی گہرائیوں سے گزشتہ کئی سالوں سے شکر گزار رہا ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی بیٹی دے کر اپنا داماد بنانا پسند کیا اور مجھے اپنی آخرت بہتر بنانے کا موقع دیا۔

خلیل ہاشمی (بیٹا)

I found Ammi unique in many ways. Four things stand out.
First, her simplicity which was manifest in her conduct, clothing and food preferences as well as the choice of her friends.
Second, her thriftiness- in managing finances, home and her spoken and written words.
Third, relentless hard work. This was evident despite having to raise a dozen kids, looking after an extended family, taking care of herself and caring about her grand children especially those who lived with her until her last day Last paragragh of Khalil hashmi.
Fourth, her deep love of Islam and the Quran. This was demonstrated through her exemplary character as a model mother, sister, grand mother and a simply an ideal Muslim and citizen.
May Allah award her the highest place in Jannah. Ameen!

صائمہ رفعت۔ برانچ انچارج

My Dear Ustazah, Assalam o Alaikum WRWB
May Allah bless Aunty and raise her ranks, Aameen
Ustazah I took so much inspiration from her in many dimensions specially I started reciting sura al Baqara and Aal e Imran on alternative days (with Allah SWT's taufiq) with regular nazra e

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

Quraan AlhumduliAllah Similarly I used to recite Quraan with manzil when I got ill but later on I couldn't continue but now I make dua May Allah give me taufiq for this amal Aameen and May Allah make all of us a best sadaqa e jariah for Ammi jan, Aameen! Wassalam

فاطمہ

''ہٹو بچو''... ''راستہ چھوڑ دیں''... ''ذرا سائیڈ پر ہو جائیں''... کوئی ایسی بات سننے کو نہ ملی۔ اتنے میں ایک معمر خاتون اندر داخل ہوئیں... متناسب چال... گورا رنگ... مسکراتا، دل موہ لینے والا چہرہ... عجب تازگی تھی... نہ جانے کیسی کرنیں پھوٹ رہی تھیں کہ دل نے بھی گواہی دی کہ ایسی ہی مائیں ہوتی ہیں جن کی محنتوں ریاضتوں کی وہ رب قدر کرتا ہے۔ تو کہیں دل کو ایسی فرحت عطا کرتا ہے جس کی ٹھنڈک مقید نہیں کی جاسکتی۔ کہیں نگہت سے نوازتا ہے کہیں ایسی ساجدہ دیتا ہے جو صدقہ جاریہ بن جائے اور کہیں ذکیہ دیتا ہے جو دل وروح کی پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے۔ کہیں بیٹی کو ایسی رحمت بناتا ہے جو امۃ الرحمٰن بن کر زندگی کے ہر ورق کو اس کی فرماں برداری سے سجادے... مگر بات یہاں تک ہی نہیں... اس رب نے یہ سب کچھ عطا کیا تو انہوں نے بھی حق ادا کرنے میں پوری زندگی صرف کردی۔۔ اور اس رب رحمٰن نے ان کے گلشن کے ایک ایک پھول کو ایسی خوشبو عطا کی جس سے ان گنت گھر معطر ہوتے رہیں گے... (ان شاء اللہ)۔ جب نانی امّاں کی علالت کی خبر ملی، یادداشت کی سلیٹ پر اس واحد ملاقات کا منظر ابھر کر سامنے آ گیا۔ ایسی پیاری معصوم ہستی کے لیے تو سنتے ہی دل سے دعائیں نکلیں۔ کہ وہ الرحیم رب ان کے اس سفر کو آسان فرمادے۔ ان کے درجات کی بلندی فرمائے۔ ان کی اولاد کو ان کے لیے ایسا صدقہ جاریہ بنادے۔ ان کا آسان حساب لے اور ان کو اس زندگی کی ہر کمی کا بہترین بدل عطا کرے۔ اللھم اغفر لھا...

الہدیٰ ساتھی

اللہ تعالیٰ استاذہ کی امی کے درجات بلند فرمائیں۔ جب ان کو دیکھا تو ان کے چہرے پر اتنا

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

زیادہ اطمینان تھا کہ میں کبھی کسی میت کو دیکھ کر یوں محسوس نہیں کیا کہ جیسے سکون سے سو رہی ہوں اور ابھی آنکھیں کھولیں گی اور مسکرائیں گی۔ دل میں بہت زیادہ خواہش تھی کہ ان کا ماتھا چومتی۔ مگر مزید لوگوں کی لائن کا سوچ کر دعائے مغفرت پڑھتے ہوئے آگے بڑھ گئے...

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھَا وَارْحَمْھَا ...

اور امی جان پر رشک آتا رہا کہ ہر کوئی خالص ایمانی تعلق کے لیے ہی آیا ہے۔ استاذہ کے الفاظ سن کر امی پر اور بھی رشک آتا ہے کہ یا اللہ! ایسی تربیت اور ایسی خوش نصیبی...

استاذہ ہر بار یہی کہتی ہیں کہ الحمدللہ! امی چلی گئیں۔ سبحان اللہ

ایسا بہترین صبر... اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنا... بلاشبہ یہ اس ذات اور اس کے کلام سے تعلق کی برکت ہے... میں سوچ رہی تھی وہ کتنی اچھی ساس تھیں کہ ان کے داماد بھی ان کی مفارقت پر رو رہے ہیں...

بہت خاموش طبع اور منکسر مزاج۔ عظیم خاتون جن کو ہم نے کبھی کوئی لیکچر دیتے تو نہیں سنا لیکن پھر بھی اپنے پیچھے بہترین سرمایہ چھوڑ کر جانے والی خاتون جس نے ایسی عظیم ہستی کو جنم دیا اس کی تربیت اور پرورش کی جس نے لاکھوں افراد کی تقدیر بدل دی۔ اپنی قوم کو ایک روشن راستے پر چلا دیا۔

تعزیتی خطوط

ڈاکٹر ذاکر نائیک

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہِ وبرکاتہ.

Our dear Dr farhat,

We just heard of the sad demise of your respected mother

اِنَّ للّٰہِ مَااَخذَ،وَلَہُ مَا اَعْطَ،وَلَہُ شَیء عِنْدَہُ بِجل مسم.فَلتصبِر ولتحتسِب

Surely , Allah takes what is His , and what He gives is His , and to all things He hasappointed a time... so have patience and be rewarded

اعظم اللّٰہ اجر،وحسن عزاء، وغفر لِمیتِ

May Allah magnify your reward,and make perfect you bereavement, and forgiveyour departed.

Our heart felt condolences to you and your entire family.

I have only heard good about your mother dear Dr farhat.

May Allah grace her with jannatul firdaus al aala and pour patience in your family...aameen

.Dr zakir and farhat naik

عمران (داماد ڈاکٹر فرحت ہاشمی)

Salaam all, Inna lilahi wa inna ilahi rajioun.

As a grandson in law, what touched me most about nani amma was how much she trulycared about everyone around her. She would send 'nut free halwa' for Nafai frequentlywhen we were there and even when we would be out, she would check and make sura Nefai wasn't accidentally having anything he wasn't supposed to. I would think to myself, why is she worrying about this? But that's how I know her, someone who cared for everyone on every level. May Allah accept from her, and make all of you a sadaqah e jariyah for her. Lots of love and duas from Canada**Imran, Nafai and Radiyah**

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

پیغام ٹی وی چینل

السلام علیکم میڈم صاحبہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ پچھلے دنوں والدہ محترمہ کی وفات حسرت آیات کی افسوسناک خبر سننا پڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کسی بھی انسان کی وفات کی خبر ہمیشہ افسوسناک ہی ہوتی ہے۔ البتہ جب وہ بہت پیارا اور نہایت قریبی ہو تو اور زیادہ۔ کمزور انسان تو اپنوں کی عارضی جدائی سہنے کا بھی یارا نہیں رکھتا، کجا یہ کہ اسے اپنوں کی زندگی بھر کی فرقت کی خبر سننا اور سہنا پڑے۔ یقیناً اللہ ہی حوصلہ دینے والا ہے۔ بہرحال یہی اللہ کا مقرر کردہ اس کائنات کا نظام ہے اور کسی انسان کو اس سے مفر نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں رفیع درجات نصیب فرمائے۔ بہرحال اطمینان کی بات یہ کہ ایسی خوش قسمت مائیں کم ہی دنیا سے رخصت ہوتی ہیں، کہ جن کے کریڈٹ پر اس قدر عظیم اولاد ہو۔

اللہ اکبر، اس نصیب پر رشک کیا جا سکتا مگر اسے پا لینا ہر انسان کا مقدر نہیں ہوسکتا۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ۔ اللہ اپنی جناب سے آپ سب بہنوں کی پرتاثیر اور ہمہ گیر خدماتِ دین قبول فرمائے اور والدین کریمین کے لیے انہیں صدقہ جاریہ بنائے۔ پھر مومنانہ فراست کی عکاس وہ تعزیتی تقریبات ہیں، جو آپ والدہ گرامی کی یاد میں منعقد کر رہی ہیں، یہ بجائے خود دعوتِ دین کا ایک موثر موقع ہے۔ آپ لوگ معاملات کو بہتر سمجھتے ہیں، میں سوچتا تھا کہ ان یادگار لمحات کی بہترین انداز میں ریکارڈنگ ضرور کر لینی چاہئے۔ میں اپنی اہلیہ سے بھی کہوں گا، کہ وہ بھی اس موقع پر ضرور حاضر ہو سکے۔ باقی ان شاءاللہ جونہی وقت طے ہوتا ہے، پیغام کے بھائیوں کے ساتھ تعزیت کے لیے حاضر خدمت ہوں گے۔ ان شاءاللہ۔

(یوسف سراج۔ پیغام ٹی وی)

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ڈاکٹر زیبا وقار وڑائچ

انتہائی محترم حکیم عبدالرحمٰن ہاشمی صاحب کی اہلیہ اس دنیا فانی سے رخصت ہوگئیں!!

اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ان کی تمام احسانات کو قبول فرما کر ان کو اپنے صالحات کی صف میں داخل فرمائے۔ اللہ ان کے سفر عدم کے سارے مرحلے آسان کردے اور تمام اہل خانہ کو جنت کے بالا خانوں میں جمع فرمائے۔ آمین یارب العالمین رخصت ہونے والی قابل رشک ہیں!! اپنے پسماندگان میں استاذہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی اور استاذہ نگہت ہاشمی جیسی دین کی ہمہ وقت خدمت کرنے والی بیٹیاں چھوڑ گئیں... حدیث مبارک کے الفاظ ہیں:

"جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔
تین عمل اس کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ نفع دینے والا علم جو وہ لوگوں کو سکھا گیا۔
وہ مال جو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر گیا۔ نیک اولاد جو اس کے لیے بخشش کی دعا کرتی رہے"۔

اللہ سے دعا ہے کہ ان کی اولاد کی دعائیں ان کے حق میں قبول فرمائے اور ان کی بیٹیوں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ اہل خانہ کو صبر جمیل اور اس کا اجر عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

دعا گو۔ ڈاکٹر زیبا وقار ڑائچ

© AL HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

Dearest Ustadha.

SubhanAllah she was a person of humility, Amal and love and it was so inspiring to hear and be reminded through her life that everyone must live life in the best way to the best of ones abilities and strive to avail all the opportunities that Allah has blessed us with InshAllah Ameen.. May Allah forgive her, pour mercy on her soul and elevate her status amongst His devoted and guided slaves.. Wasalam Alaikum wrb Your student **Asma Shaikh**

رفقہ اصغر

محترمہ رضیہ بیگم جن کو سب نانی امّاں کہتے تھے اور اسی نام سے وہ الہدیٰ میں جانی جاتی تھیں، بہت سادہ اور علم دوست خاتون تھیں۔ تعلیم التجوید کورس (ایوننگ) میں میری کلاس فیلو بھی تھیں۔ ان کو الہدیٰ سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ ہر تکمیل کے پروگرام اور تقریب تقسیمِ اسناد میں بطور خاص حاضر ہوتیں۔ ہمیں بھی محترمہ استاذہ کی غیر موجودگی میں ان کا وجود ایک سایہ دار درخت کی طرح محسوس ہوتا۔ جب ملتیں انتہائی خلوص سے ملتیں۔ ان کے گھٹنوں میں سخت تکلیف رہتی تھی۔ جب میں نے گھٹنوں کا آپریشن کرایا تو انہوں نے بھی ہمت پکڑی اور گھٹنوں کا آپریشن کروالیا۔ اس حوالے سے اکثر ان سے بات چیت رہتی۔

خوش قسمتی سے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کا اعزاز مجھے حاصل ہوا اور نانی اماں کی شخصیت کے وہ پہلو مجھ پر آشکار ہوئے جو اس سے پہلے میرے علم میں نہیں آئے تھے۔ ہر شخص کی زبانی ان کی خوبیوں کی تصدیق ہورہی ہے۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالی ان سب کی گواہیوں کو ان کے آخرت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ بنادے۔ آمین!

رمضان المبارک شروع ہونے سے قبل استقبالیہ پر موجود لڑکی میرے ہاتھ میں باداموں کے شربت کی بوتل تھمادیتی اور کہتی کہ یہ نانی اماں کی طرف سے آپ کے لیے ہے۔ ان کی یادیں تو بے شمار ہیں کس کس کا تذکرہ کروں؟ کلاس میں جس صوفہ پہ وہ بیٹھا کرتی تھیں اسے دیکھ کر ان کی یاد میں شدت آجاتی ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ جدائی یہ نہیں کہ کوئی چلا جائے یا فوت ہو جائے۔ اصل جدائی یہ ہے کہ آخرت میں ایک جنت میں چلا جائے اور دوسرا جہنم میں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں اکٹھا کرے۔ آمین!

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

حرف آخر

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ [النّحل:97]

''جس نے نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ہم ضرور اس کو پاکیزہ زندگی بسر کروائیں گے اور ہم بدلہ میں ضرور ان کو احسن اجر عطا فرمائیں گے اس بنا پر جو عمل وہ کرتے تھے''۔

زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اب یہ آدمی کے اوپر ہے کہ وہ اپنی زندگی کو کامیاب بناتا ہے یا ناکام۔ وہ اس پہلے اور آخری موقع کو استعمال کرتا ہے یا اس کو کھو دیتا ہے

ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے نانی اماں نے زندہ آخرت کی طرف سفر کیا ہے۔ ایک دن وہ الہدیٰ کلاس میں بیٹھیں قرآن پڑھ رہی تھیں اور دوسرے دن ہسپتال اور ۳ دن بعد دنیا فانی سے کوچ کر چکی تھیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن پھر بھی الہدیٰ چلتے پھرتے نگاہیں ان کو ڈھونڈتی ہیں۔ کہانی خواہ کسی شخص کی اپنی ہو یا فرضی۔ اس کے اہم کردار سب کو ہی پرکشش لگتے ہیں۔ نتیجہ اچھا دیکھ کر ہر کوئی سراہتا ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی کہانی خود لکھ رہا ہے مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کہانی میں میرا کردار کیسا ہے کیونکہ جیسا کردار ہوگا ویسا ہی نتیجہ نکلے گا زندگی کے شب و روز میں دین اور دنیا میں سے ایک کو اختیار کرنا ہو تو ہم مصلحتوں کا سہارا لے جاتے ہیں فیصلے نانی اماں بھی کرتی تھیں اور فیصلے ہم بھی کرتے ہیں ان کی زندگی کے فیصلوں کو دیکھوں تو احساس ہوتا ہے کہ اللہ کا ہو کر جیو تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کا ثمر دکھاتا ہے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ○ [الشّعرآء:85-83]

''اے میرے رب! مجھے قوتِ فیصلہ عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔ اور بعد میں آنے

والوں میں میری سچی ناموری باقی رکھ۔۔۔اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں سے بنا دے‘‘۔

کہا جاتا ہے کہ جہاز اڑتے ہوئے ایک ڈگری ادھر ادھر ہو جائے تو منزل مختلف ہو جاتی ہے۔ ہم انسانوں کے ساتھ بالکل ایسا ہی ہے۔نانی اماں نے اپنی زندگی سنت کے مطابق گزاری، دنیا کے آرام و آسائش کو ترجیح نہیں دی تو آج اللہ نے سچی ناموری عطا فرمائی۔انہوں نے اولاد میں ڈاکٹر فرحت ہاشمی جیسا صدقہ جاریہ چھوڑا۔

دنیا کے طول وعرض سے لوگ کسی ایسی بات پر متفق نہیں ہو سکے جس کی حقیقت نہ ہو۔یقیناً ان کے اعمال ایسے تھے کہ دنیا کے مشرق اور مغرب سے گواہیاں اکٹھی ہو گئیں ۔اخلاق، اعمال، عبادات، معاملات، کوئی گوشہ بھی تو خالی نہیں رہا کہ جہاں کسی کی اچھی گواہی موجود نہ ہو۔محنت اور لگن سے سب ممکن ہو جاتا ہے۔انہوں نے بھی زندگی کو ایک ایک دن کر کے گزارا لیکن ہر دن رب کو راضی کرنے کی چاہت بڑھتی گئی۔

نانی اماں کی پوری زندگی میں ان کی وسعت قلبی، شوہر کی اطاعت، قناعت پسندی، توکل علی اللہ نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ کسی عورت کے کردار کی اہم خوبیاں ہوتی ہیں، ایسے کردار کی حامل خواتین کی گود میں پروان چڑھنے والی اولاد معاشرے کے لیے تو کیا! امت کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی خوبیوں والی مائیں بننے کی توفیق عطا فرمائے کہ جن کی گود سے استاذہ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ جیسی اولاد تربیت پائے ۔اللہ تعالیٰ نانی اماں کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین۔

کوثر فیض

AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

پڑھیئے اور پڑھائیے

دعاؤں کی کتب اور کارڈز

- وایاک نستعین (کتاب)
- قرآنی دعائیں (کتاب)
- سفر کی دعائیں (کتابچہ)
- حصول علم کی دعائیں (کارڈ)
- صالح اولاد کے لیے دعائیں (کارڈ)
- رنج وغم کے ازالہ کی دعائیں (کارڈ)
- فہم القرآن میں مددگار دعائیں (کارڈ)
- نظر اور تکلیف کی دعائیں (کارڈ)
- حفاظت کی دعائیں (کارڈ)
- میت کی بخشش کی دعائیں (کارڈ)
- رمضان مبارک کی مسنون دعائیں (کارڈ)
- نماز کے بعد کے مسنون اذکار (کارڈ)
- دعائے استخارہ ودعائے حاجت (کارڈ)
- نمازِ تہجد کے لیے دعائے استفتاح (پوسٹر)
- آیاتِ شفاء (کارڈ)

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الہدیٰ ایک نظر میں

الہدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان 1994 سے تعلیم اور معاشرتی فلاح و بہبود کے میدان میں سرگرمِ عمل ہے۔ الحمدللہ! پاکستان اور بیرونِ ملک اس کی بہت سی شاخیں کام کر رہی ہیں۔ فاؤنڈیشن کے تحت درج ذیل شعبہ جات کام کر رہے ہیں:

شعبہ تعلیم و تربیت

اس شعبہ کے تحت قرآن وسنت کی تعلیم طلباء وطالبات کی تربیت وکردار سازی کے لیے مختلف دورانیے کے درج ذیل کورسز کروائے جاتے ہیں:

- تعلیم القرآن ڈپلومہ کورس
- تحفیظ القرآن کورس
- تعلیم التجوید سرٹیفیکیٹ کورس
- تعلیم دین کورس
- تفہیم دین کورس
- صوت القرآن کورس
- تعلیم الحدیث سرٹیفیکیٹ کورس
- فہم القرآن سرٹیفیکیٹ کورس
- خط وکتابت کورسز
- سمر کورسز
- سوشل میڈیا کے ذریعہ کورسز
- روشنی کا سفر
- روشنی کی کرن
- ریالٹی چیک

ہمارے بچے کورسز: • منارالاسلام • مصباح القرآن • مفتاح القرآن

- **الہدیٰ انٹرنیشنل سکول** میں مانٹیسوری تا گریڈ 9 تک کے بچوں کو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

شعبہ خدمتِ خلق

اس شعبہ کے تحت معاشرتی فلاح وبہبود کے مندرجہ ذیل منصوبہ جات پر کام کیا جاتا ہے:

- راشن کی فراہمی رمضان المبارک میں
- اجتماعی قربانی عیدالاضحیٰ کے موقع پر
- روزگار کی فراہمی
- ماہانہ وظائف بیوہ اور نادار خواتین کے لیے
- تعلیمی وظائف مستحق طلبہ کے لیے
- کچی بستیوں میں تعلیمی اور رفاہی کام
- دینی وسماجی رہنمائی پریشان افراد کے لیے
- کفن کی دستیابی
- فری میڈیکل کیمپوں کا قیام
- کنوؤں کی کھدائی اور پانی کی فراہمی
- ضروری امداد قدرتی آفات کے موقع پر

شعبہ نشرواشاعت

- اس شعبہ میں عوام الناس کی راہ نمائی کے لیے تحقیق شدہ تحریری اور تقریری مواد کی تیاری اور نشرواشاعت کا کام کیا جاتا ہے۔
- **اشاعت کتب:** اردو، انگریزی کے علاوہ دیگر علاقائی زبانوں میں مختلف دینی موضوعات پر کتب، کارڈز، کتابچے اور پمفلٹس تیار کیے جاتے ہیں۔
- **آڈیو اور ویڈیو:** قرآن مجید کی تفسیر کے علاوہ حدیث، سیرت، فقہ اور دیگر تعلیمی، تربیتی، اخلاقی اور معاشرتی موضوعات پر آڈیو اور ویڈیو لیکچرز درج ذیل فورمز پر بلا معاوضہ پیش کیے جاتے ہیں:

☆ **Websites:** www.alhudapk.com , www.farhathashmi.com

☆ **Telegram Channels:** AlhudaNewsChannel/25

☆ **Alhuda Apps**: www.farhathashmi.com/alhuda-apps/

☆ **Face book:** www.facebook.com/DrFarhatHashmi/

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مرنے کے بعد انسان کے اعمال (کے ثواب کا سلسلہ) منقطع ہو جاتا ہے،

سوائے تین طریقوں کے جن کا ثواب میت کو پہنچتا رہتا ہے

صدقہ جاریہ یا لوگوں کو فائدہ دینے والا علم یا نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرتی ہے۔

[صحیح مسلم:4223]

ISBN 978-969-690-014-6

04010122

AL-HUDA
Publications (Pvt) Ltd.